

درِ شین

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی

سیح موعود و مہدی مہود

بانی جماعت احمدیہ

کا

پُر معارف اُردو منظوم کلام

فہرست

پہلا ج

مذہب

- | | | | |
|----|---|----|--|
| ۱ | نصرت الہی | ۳ | خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے |
| ۲ | دعوتِ فکر | ۴ | یارو! خودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں |
| ۳ | فضائلِ قسمانِ مجید | ۵ | جمالِ حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلمان ہے |
| ۴ | میسائیوں سے خطاب | ۶ | آؤ میسائیو! ادمس آؤ! |
| ۵ | ادِصافِ قرآنِ مجید | ۹ | نورِ قرآن ہے جو سب فُردوں سے اجلی نکلا |
| ۶ | حمدِ ربِّ العالمین | ۱۰ | کس قدر ظاہر ہے نورِ اسِ مبدِ رالافوار کا |
| ۷ | سہارے خام | ۱۱ | دنیا کی ہر مں و آزیں کیا کچھ نہ کرتے ہیں |
| ۸ | وید | ۱۲ | ان کو سودا ہوا ہے دیدوں کا |
| ۹ | وفاتِ مسیحِ نامہری علیہ السلام | ۱۳ | کیوں نہیں لوگو! تمہیں حق کا خیال |
| ۱۰ | علاماتِ المقربین | ۱۵ | خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار |
| ۱۱ | قادرِ مطلق کے حضور | ۱۵ | اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا |
| ۱۲ | اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق | ۱۶ | ہر طرف فکر کو ددڑا کے تمھکا یا ہم نے |
| ۱۳ | چولہ بابا نانک | ۱۸ | یہی پاک چولہ ہے سکھوں کا تاج |
| ۱۴ | تاثیرِ صداقت | ۳۳ | واہ رے زورِ صداقتِ خوب دکھلایا اثر |
| ۱۵ | محمودی آیین | ۳۳ | حمد و شتِ اُسی کو جو ذاتِ جاودانی |
| ۱۶ | خدا تعالیٰ کا شکر اور دعا بربانِ حضرتِ اہلِ جان | ۳۱ | ہے عجب میرے خدا میرے پرِ احسان تیرا |

۴۴ اے دوستو جو پڑھتے ہو اتم الکتاب کو

۴۵ آواز آ رہی ہے یہ فوٹو گراف سے

۴۶ خدایا اے میرے پیارے خدایا

۵۸ زندگی بخش جام احمد ہے

۵۹ اب چوڑا دھماکا اے دوستو خیال

۶۳ بھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو

۶۴ کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال

۶۵ نام اس کا نیم دعوت ہے

۶۶ اے آریہ سماج مت چمنو مذاہب میں

۶۸ سنے دوا و اجلہ جاگو یہ نہ وقت خواب ہے

۶۹ دوستو جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کہے

۷۰ آریوں پر ہے صد ہزار افسوس

۷۱ اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدئی یہی ہے

۸۹ عربی زود دوستو بجائیو سنو بات

۹۲ کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال

۹۲ کیا تفرع اور توبہ سے نہیں ملتا عذاب

۹۳ الہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر

۹۴ نشان کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا

۹۵ پھر ملے آتے ہیں یاد زلزلہ آنے کے دن

۹۹ مبارک کوئی نہ ستایا نہیں

۱۷ اتم الکتاب

۱۸ معرفت حق

۱۹ بشیر احمد شریف احمد اور مبارک کی آمین

۲۰ شان احمد عربی علی اللہ علیہ وسلم

۲۱ اشاعت دین بزرگ و بشیر حرام ہے

۲۲ تعلق باہد

۲۳ خوش صداقت

۲۴ نسیم دعوت

۲۵ آریوں کو دعوت حق

۲۶ پیشگوئی زلزلہ عظیمہ

۲۷ انذار

۲۸ قادیان کے آریہ

۲۹ شان اسلام

۳۰ ہندوؤں سے خطاب

۳۱ غیرت اسلامی کو اپیل

۳۲ توبہ سے عذاب مل جاتا ہے

۳۳ اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے

۳۴ اتمام حجت

۳۵ انذار و تبشیر

۳۶ صاحبزادہ میرزا مبارک احمد کے متعلق

۱۰۰	جگر کا نمودار مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک فہم تھا	۳۷	روح مزار میرزا مبارک احمد
۱۰۱	ہے شکر دہت عزت و بل غار ج ازبیاں	۳۸	محاسن قرآن کریم
۱۲۵	لے خدا لے کار ساز و عیب پوش و کردگار	۳۹	مناجات اور تبلیغ حق
۱۵۲	وہ دیکھتا ہے غیروں سے کیوں ال لگاتے ہو	۴۰	درس توحید
۱۵۳	یہ نشان زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن	۴۱	پیشگوئی جنگ عظیم
۱۵۶	اگر دل میں تمہارے شتر نہیں ہے	۴۲	بدعتی سے بچو
۱۵۷	اک نہ اک دن پیش ہو گا وقتا کے سامنے	۴۳	ہجوم مشکلات سے نجات حاصل کرنے کا طریق
۱۵۸		۴۴	متفرق اشعار
۱۶۲		۴۵	الہامی اشعار
۱۶۳		۴۶	الہامی مصرعے



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

نصرتِ الہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسر رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے



دعوتِ سر

یارو بخودی سے باز بھی آؤ گے یا نہیں ؟ خواہی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں ؟
 باطل سے میل ڈل کی ہشاؤ گے یا نہیں ؟ حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں ؟
 کب تک رہو گے منہ تو صتب میں فوجتے ؟ آخر قدم بقدم اٹھاؤ گے یا نہیں ؟
 کیونکر کرو گے رذو جو معنی ہے ایک بات ؟ کچھ ہوش کر کے مڈر سناؤ گے یا نہیں ؟

سچ سچ کہو، اگر نہ بناتم سے کچھ جواب !
 پھر بھی یہ منہ جہاں کو دکھاؤ گے یا نہیں ؟



فضائل قرآن مجید

جمال و حسنِ قُدرتِ اُس نورِ جانِ ہر مسلمان ہے
 قمر ہے چاندِ اُردوں کا، ہمارا چاندِ قُدرتِ اُس ہے
 تفسیر اُس کی نہیں جتنی تفسیر میں سن کر دیکھا
 بھلا کیونکر نہ ہو یکتِ کلامِ پاک رحماں ہے
 بہارِ جاویداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
 نہ وہ خوبیِ چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بُستاں ہے
 کلامِ پاکِ یزداں کا کوئی ثنائی نہیں مسرور
 اگر نوٹوئے عُثمان ہے دگر حاصلِ بدخشاں ہے
 خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
 وہاں قُدرتِ یہاں در ماندگی فسقِ نمایاں ہے
 ملائک جس کی حضرت میں کریں استعارِ لاطمی
 سخن میں اُس کے ہمتائی، کہاں مقدورِ انساں ہے

بنا سکتا نہیں ایک پاؤں پھیرے کا بشر ہرگز
 تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے
 ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا
 زباں کو تمام جواب بھی اگر کچھ بُوئے ایاں ہے
 خدا سے غیبر کو ہمتا بنانا سخت کفران ہے
 خدا سے کچھ ڈرو یا رو، یہ کیسا کذب و بہتان ہے؟
 اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا
 تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پہناں ہے؟
 یہ یکے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پڑے؟
 خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوفِ یزداں ہے
 ہمیں کچھ کہیں نہیں بجائیو نیست ہے غریبانہ
 کوئی جو پاک دل ہوئے دل و جاں اُس پہ قرباں ہے



عیسائیوں سے خطاب

آؤ عیسائیو ! ادمس آؤ !
 جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں
 سر پہ خالق ہے اُس کو یاد کرو
 کب تک بھوٹ سے کرو گے پیار
 کچھ تو غُفِ خدا کرو لوگو
 عیشِ دُنیا سدا نہیں پیارو
 یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
 اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل
 کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال
 کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب ؟
 اس قدر کیوں ہے رکیں و استکبار ؟
 تم نے حق کو بھلا دیا ہنہات
 اے عزیزو ! سنو کہ بے تاراں
 جن کو اس نور کی خبر ہی نہیں
 ہے یہ فرقاں میں اک عجیب اثر
 جس کا ہے نام فتادِ کبر
 کوئے دلبس میں کھینچ لاتا ہے
 نورِ حق دیکھو ! راہِ حق پاؤ !
 کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ !
 یونہی عشق کو نہ بہکاؤ !
 کچھ تو سچ کو بھی کام نہراؤ !
 کچھ تو لوگو خدا سے شراؤ !
 اس جہاں کو بےا نہیں پیارو
 کوئی اس میں رہا نہیں پیارو
 ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
 ہائے سوسوٹھے ہے دل میں اُبال
 کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب ؟
 کیوں خدا یاد سے گیا یک بار ؟
 دل کو پتھر بنا دیا ہنہات
 حق کو بلتا نہیں بھی انساں
 اُن پہ اُس یار کی نظر ہی نہیں
 کہ بناتا ہے عاشقِ دلبس
 اُس کی ہستی سے دی ہے پختہ خبر
 پھر تو کیا کیا نشاں دکھاتا ہے

دل میں ہر وقت نور بہتا ہے سینہ کو خوب صاف کرتا ہے
 اُس کے اوصاف کیا کروں میں بیاں وہ تو دیتا ہے جاں کو اُذر اک جاں
 وہ تو چمکا ہے نیشہ اکبر اُس سے انکار ہو سکے کیونکر
 وہ ہمیں دستانِ تلک لایا اُس کے پانے سے یار کو پایا
 بحرِ حکمت ہے وہ کلامِ تمام عشقِ حق کا پلا رہا ہے جام
 بات جب اُس کی یاد آتی ہے یاد سے ساری خلق جاتی ہے
 سینہ میں نقشِ حق جماتی ہے دل سے غیرِ خدا اُٹھاتی ہے
 درد مندوں کی ہے دوا وہی ایک ہے خدا سے خدا نما وہی ایک
 ہم نے پایا نورِ ہدیٰ وہی ایک ہم نے دیکھا ہے دلِ بُبا وہی ایک
 اُس کے منکر جو بات کہتے ہیں یوں ہی اک واہیات کہتے ہیں
 بات جب ہو کہ میرے پاس آویں میرے مُنہ پر وہ بات کہہ جاویں
 مجھ سے اُس دلِ ستار کا حال نہیں مجھ سے وہ صورت و جمال نہیں

آنکھ پھوٹی تو خیر کان ہی
 نہ ہسی یوں ہی امتحانِ ہسی



اوصافِ قرآنِ مجید

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے بلی نکلا
حق کی توحید کا مَرعہا ہی چلا تھا پودا
یا الٰہی! تیسرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
چلے گئے تھے کہ موسیٰ کا مصائب فرقاں
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا ورنہ وہ نور
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دُنیا میں
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
ناگہاں غیب سے یہ چشمہٴ اصفیٰ نکلا
جو ضروری تمامہ سب اس میں بیتا نکلا
نئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں کیتا نکلا
پھر جو سوچا تو ہر اک لفظ سیما نکلا
ایسا چمکا ہے کہ صد ستر بیتنا نکلا
جن کا اس نور کے ہوتے ہی دل اُٹھ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مل جاتے ہیں
جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پستلا نکلا



حمدِ ربِّ العلمین

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدِ الانوار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے گل ہو گیا
اُس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
ہے عجب جلوہ تری قدرتِ کیا ہے ہر طرف
چشمِ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
قلمِ خودِ روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
کیا عجب قلمِ ہر اکِ نثر میں رکھے ہیں خواہ
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
خوب رویوں میں ملاحظتِ ترے اس مَن کی
چشمِ مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سونو حجاب
ہیں تری پیاری نگاہیں دلبر اکِ تیغ تیز
تیرے طعنے کے لیے ہم مل گئے ہیں ناک میں
ایک دم بھی گل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا

بن رہا ہے سارا عالم آئینہ انصار کا
کیونکہ کچھ کچھ تعانِ شاں اُس میں جمالِ یار کا
مت کر دو کچھ ذکرِ ہم سے ترک یا تار کا
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفترِ ان اسرار کا
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدہ و شوار کا
ہر گلِ دلکش میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
ورنہ تعاقبِ تراؤرخ کا مسرودیندار کا
جن سے کد جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تا مگر ذراں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں دار کا

سراٹے خام

دنیا کی جرم و آذین کیا کچھ نہ کرتے ہیں نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں
 ندر سے پیاد کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں ہوتے ہیں زر کے لیے کہ بس مر ہی جاتے ہیں
 جب اپنے دہروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں کیا کیا نہ اُن کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں
 پر اُن کو اُس جہن کی طرف کچھ نظر نہیں آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
 اُن کے طریقہ دھرم میں گولاکھ ہو فساد کیسا ہی ہو عیاں کہ وہ ہے جھوٹ افتاد
 پر تب ہی مانتے ہیں اُسی کو بہر سبب کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہے غضب
 دل میں مگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی ترک اس عیاں و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے فافلاں وفا نہ کند ایں سراٹے خام

دُنیا تے دُوں نہاند و نہاند بہ کس دمام



وید

اُن کو سودا ہوا ہے ویدوں کا اُن کا دل مبستلا ہے ویدوں کا
 آریو! اس قدر کرو کیوں جوش کیا نفر آ گیا ہے ویدوں کا؟
 نہ کیا ہے نہ کر سکے پیدا سوچ لو یہ خدا ہے ویدوں کا
 عقل رکھتے ہو آپ بھی سوچو کیوں بھروسہ کیا ہے ویدوں کا؟
 بے خدا کوئی چسین کیونکر ہو یہ سراسر خطا ہے ویدوں کا
 ناسک مت کے وید ہیں حامی بس یہی تما ہے ویدوں کا
 ایسے مذہب کسی نہیں چلتے
 کال سر پر کھڑا ہے ویدوں کا



وفات مسیح ناصری علیہ السلام

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال؟
ابن مریمؑ مر گیا حق کی قسم
ماتا ہے اُس کو فرمتاں سرسبز
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
کوئی مُردوں سے بھسی آیا نہیں
عہد شد از کردگار بے چلوں
لے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا
یہ تو رہنے کا نہیں پیاد مکان
ہاں نہیں پاتا کوئی اس سے نجات
کیوں تمہیں انکار پر اصرار ہے
بر خلاف نص یہ کیا جوش ہے
کیوں بنایا ابن مریمؑ کو خدا
کیوں بنایا اُس کو باشانِ کبیر
مر گئے سب پر وہ مرنے سے بچا
ہے وہی اکثر پرندوں کا خدا
مولوی صاحب! یہی توحید ہے

دل میں اٹھتا ہے برے سونو اہل
داخل جنت ہوا وہ مُستِ م
اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
یہ تو فرمتاں نے بھی بتلایا نہیں
غور کن در انہم لا یرجعون
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا؟
چل بے سب اُستیار و راتاں
یوں ہی باتیں ہیں بنائیں وایات
ہے یہ دیں یا سیرتِ کفار ہے
سوچ کر دیکھو اگر کچھ ہوش ہے
سنتِ اللہ سے وہ کیوں باہر رہا
غیب دان و خالق و حق و قدیر
اب تلک آئی نہیں اُس پر فنا
اس خدا دانی پہ تیرے مرجبا
سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے؟

کیا یہی توحید حق کا راز تھا
 کیا بشر میں ہے خدائی کا نشان؟
 ہے تعجب آپ کے اس جوش پر
 کیوں نظر آتا نہیں راہِ صواب؟
 کیا یہی تعلیمِ فرشتاں ہے بھلا
 مومنوں پر کفر کا کرنا گماں
 ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا یہی
 شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
 سارے مکہوں پر ہمیں ایمان ہے
 دے چکے دل اب تنِ خاکی رہا
 تم ہمیں دیتے ہو کافر کا خطاب
 سخت شورے اوفاد اندر زمیں
 جس پہ برسوں سے تھیں اک ناز تھا
 آلاہاں ایسے گماں سے آلاہاں!
 فہم پر اور عقل پر اور ہوش پر
 پڑ گئے کیسے یہ آنکھوں پر حجاب
 کچھ تو آخر چاہیے خوفِ خدا
 ہے یہ کیا ایمانداروں کا نشان؟
 دل سے ہیں خدامِ ختمِ المرسلین
 خاکِ راہِ احمدِ مختار ہیں
 جان و دل اس راہ پر قربان ہے
 ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا
 کیوں نہیں لوگو تھیں خوفِ عقاب
 رحمِ کُن بر خلقِ لے جاں آئیں
 کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
 تجھ کو سب قدرت ہے اے ربِ عالمی



علامات المقرنین

خدا سے دہی لوگ کرتے ہیں پیار جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نشان
 اسی بکر میں رہتے ہیں روز و شب کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
 اُسے دے چکے مال و جاں بار بار ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
 لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
 دُہی پاک جاتے ہیں اِس ناک سے



قادرِ مطلق کے حضور

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا تجھ کو سب قدرت ہے اے رب العزیز!
 حق پرستی کا بٹا جاتا ہے نام
 اک نشان دکھلا کہ ہو نجات تمام



۱۔ نشانِ آسمانی صفحہ ۴۶ (عاشیہ) مطبوعہ ۱۸۹۲ء

۲۔ آسمانی فیصلہ صفحہ ۸ مطبوعہ ۱۸۹۲ء

سلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلائے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
آزمائش کے لیے کوئی نہ آیا ہر چند
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
جل رہے ہیں یہ سبھی بُھنوں میں اور کینوں میں
آؤ گو! کہ میں نورِ خدا پاؤں گے!!
آج ان نوروں کا اکٹو ہے اس عاجز میں
جب سے یہ نور ملا نورِ ہیر سے ہمیں
مُصطفیٰ پر تراجمد ہو سلام اور رحمت

کوئی دین مجھ سے سنا نہ پایا ہم نے
یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
نور ہے نورِ اُمّو دیکھو سنایا ہم نے
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
وہ نہیں جاگتے سوارِ جگلیا ہم نے
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے
لو تھیں نورِ شمس کا بتایا ہم نے
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
ذاتِ حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے
اُس سے یہ نور یا بارِ خدا یا ہم نے

رہا ہے جانِ محمد سے مری جاں کو ملے

دل کو وہ جامِ لبالب ہے پلایا ہم نے

اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
موردِ قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کے ہم
زعم میں اُن کے سیحانی کا دعویٰ میرا
لاختمِ غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
جب سے عشق اس کا دل میں بھلایا ہم نے
افتر ہے جسے از خود ہی بنایا ہم نے

کافر و ملحد و دجال، یہیں کہتے ہیں نام کیا کیا غم ملت میں رکھیا ہم نے
گایاں سن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو دم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے
تیرے مُنہ کی ہی قسم میرے پیائے احمد تیری خاطر سے یہ سب اُٹھایا ہم نے
تیری اُلفت سے ہے معمور ہر ہر ذرہ

اپنے سینہ میں یہ اک شہر بایا ہم نے

مصعب مشن کو کیا ہم نے بخت پامال سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
نورِ دِکھلا کے ترا سب کو کیا مژدم و خوار سب کا دل آتش سوزاں میں جلا یا ہم نے
نقشِ ہستی تیری اُلفت سے مٹایا ہم نے اپنا ہر ذرہ تری رہ میں اُڑایا ہم نے
تیرا سے خانہ جو اک مزج عالم دیکھا غم کا غم مُنہ سے بصدِ جرس لگایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمال میں نظر آتی ہے تیرے پلنے سے ہی اُس فات کو پایا ہم نے
چھو کے دامنِ ترا ہر دم سے ملتی ہے نجات لاجرم دردِ پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دبرا! مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی آپ کو تیری محبت میں جلا یا ہم نے
بہادِ دل سے مرے سب گنہگاروں کے نقش جب کے دل میں یہ ترا نقش جلا یا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو مجبِ نور کا جلوہ دیکھا نور سے تیرے شیا طیں کو جلا یا ہم نے
ہم بھئے خیرِ اُمم تجھ سے ہی اسے خیرِ رسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام موح میں تیری دُہ گاتے ہیں گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ کے مرے پیارِ ہج

شورِ محشر تیرے کوچہ میں مچایا ہم نے

چولہ بابا نانک

یہی پاک چولہ ہے سکتوں کا تاج
یہی ہے کہ نوروں سے معمور ہے
یہی جنم ساکھی میں مذکور ہے
اسی پر وہ آیات ہیں بینات
یہ نانک کو خلعت ملا سرفراز
اسی سے وہ سب راز حق پا گیا
اسی نے بلا سے بچایا اُسے
ذرا سوچو سکتو! یہ کیا چیز ہے؟
یہ اُس بگت کا رہ گیا اک نشان
گرمیوں میں ہے شک کا اک احتمال
جو تیجے سے بکھتے بکھاتے رہے
گماں ہے کہ نقلوں میں ہو کچھ خطا
مگر یہ تو مفوض ہے بالیقین

یہی کابلی نل کے گھر میں ہے آج
جو دور اس سے اُس سے خدا دور ہے
جو انگہ سے اس وقت مشہور ہے
کہ جن سے ملے جادو دانی حیات
خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز
اسی سے وہ حق کی طرف آ گیا
ہر اک بدگھر سے پھڑپھڑایا اُسے
یہ اُس مرد کے تن کا تعویذ ہے
نصیحت کی باتیں حقیقت کی جاں
کہ انساں کے ہاتھوں سے ہیں مست مال
خدا جانے کیا کیا بناتے رہے
کہ انساں نہ ہو دے خطا سے جدا
وہی ہے جو تھا اس میں کچھ شک نہیں

اُسے سر پہ رکھتے تھے اہل صفا
جو نانک کی مدح دشنا کرتے تھے
کہ دیکھا نہ ہو جس نے وہ پارسا
جسے اُس کے مُت کی نہ ہووے خبر
اُسے چوم کر، کرتے رو رو دُعا
اسی کا تو تھا مُعجزانہ اثر
بچا آگ سے اور بچا آب سے
اُسی کے اثر سے، نہ اسباب سے
ذرا دیکھو انگہ کی تحریر کو
کہ لکھتا ہے اس ساری تقریر کو
یہ چولہ ہے، قُدرت کا جلوہ نما

کلامِ خدا اِس پہ ہے جا بجا
جو شائق ہے نانک کے دشن کا آج
برس گذرے ہیں چار تئو کے قریب
یہ ہے نو بہ نو اک کرامت عجیب
یہ نانک سے کیوں رہ گیا اک نشان
بجلا اِس میں حکمت تھی کیا درنماں
یہی تھی کہ اسلام کا ہو گواہ
بتا دے وہ پھیلوں کو نانک کی راہ

خُدا سے یہ تھا فضل اُس مرد پر
یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
محبت میں صادق وہی ہوتے ہیں
سُنو! قصہ قُدرت دُعا بجالاں !
خُدا سے یہ تھا فضل اُس مرد پر
یہ مخفی امانت ہے کرتار کی
محبت میں صادق وہی ہوتے ہیں
سُنو! قصہ قُدرت دُعا بجالاں !
خُردمند، خوش نو، مبارک صفات

ابھی غم سے تھوڑے گزرے تھے سال
 اسی جستجو میں وہ رہتا مُدام
 اُسے وید کی رُہ نہ آئی پسند
 جو دیکھا کہ یہ ہیں مڑے اور گئے
 کما کیسے ہو یہ خُندا کا کلام
 ہوا پھر تو یہ دیکھ کر سخت غم
 وہ رہتا تھا اس غم میں ہر دم اُداس
 نہاں بند مٹی دل میں سونو ہر اس
 کہ دل میں پڑا اس کے دس کا خیال
 کہ کس راہ سے بچ کو پاوے تمام
 کہ دیکھا بہت اسکی باتوں میں گند
 لگا ہونے دل اس کا اُد پر تلے
 خلافت کی تسلیم، ناپاک کام!
 مگر دل میں رکھتا وہ رنجِ دالم
 زباں بند مٹی دل میں سونو ہر اس

یہی فِکر کھاتا اسے صبح و شام

نہ تھا کوئی ہم راز نہ ہم کلام

بکھی باپ کی جب کہ پڑتی نظر
 وہ کتا کہ اے میرے پیارے پسر!
 میں حیراں ہوں تیرا یہ کیا حال ہے
 وہ غم کیا ہے جس سے تو پا پاں بنے
 نہ وہ تیری صورت نہ وہ رنگ ہے
 کہ کو کس سبب تیرا دل تنگ ہے؟

بُھے سچ بتا کھول کر اپنا حال

کہ کیوں غم میں رہتا ہے آ میرے لال

وہ رو دیتا کہ کر کہ سب خیر ہے
 گر دل میں اک خواہش سیر ہے
 پھر آخر کو نکلا وہ دیوانہ وار
 نہ دیکھے بیاباں نہ دیکھا پہاڑ
 اُتار اپنے موندھوں سے دُنیا کا بار
 طلب میں سفر کر لیا اختیار
 خُدا کے لیے ہو گیا درد مند
 تنگم کی راہیں نہ آئیں پسند
 طلب میں چلا بے خود بے حواس
 خدا کی عنایات کی کر کے اس
 جو پوچھا کسی نے چلے ہو کدھر؟
 غرض کیا ہے جس سے کیا یہ سفر؟

کہا رو کے حق کا طلب گار ہوں نشانِ رہ پاک کرتار ہوں
 سفر میں وہ رو کے کرتا دُعا کہ اے میرے کرتار شکل کُشا !
 میں عاجز ہوں کچھ بھی نہیں خاک ہوں مگر بسندہ درگاہ پاک ہوں
 میں قرباں ہوں دل سے تیری راہ کا نشان دے مجھے مردِ آگاہ کا
 نشان تیرا پا کر وہیں جاؤں گا جو تیسرا ہو وہ اپنا ٹھکانہ گا
 کرم کر کے وہ راہ اپنی بتا کہ جس میں ہو اے میرے تیری رضا

بتایا گیا اُس کو امام میں

کہ پائے گا توجہ کو اسلام میں

مگر مردِ عارف فلاں مرد ہے وہ اسلام کے راہ میں فرد ہے
 ملا تب خدا سے اُسے ایک پیر کہ چشتی طریقت میں تھا دستگیر
 وہ بیست سے اس کے ہوا فیضیاب سنا شیخ سے ذکر راہِ صواب
 پھر آیا وطن کی طرف اُس کے بعد

لی پیر کے فیض سے بختِ سعد

کوئی دن تو پردہ میں مستور تھا زباں چُپ تھی اور سیدہ میں نور تھا
 نہاں دل میں تھا فدو و سوز و نیاز شہرِ بدوں سے چُپ چُپ کے پڑھتا نماز
 پھر آخر کو مارا صداقت نے جوش عشق سے جاتے رہے اُسکے ہوش
 ہوا پھر تو حق کے چُھپانے سے تنگ محبت نے بڑھ بڑھ کے دکھلا رنگ
 کہا یہ توجہ سے ہوا اک گسناہ کہ پوشیدہ رکھی سچائی کی راہ
 یہ صدق و صفا سے بہت دُور تھا کہ غیروں کے خوفوں سے دل پُور تھا
 تصور سے اس بات کے ہو کے زار کہا رو کے اے میرے پروردگار !

ترے نام کا مجھ کو اقرار ہے ترا نام غفار دستار ہے
 بلا زیب تو حق و مقدوس ہے ترے بن ہر اک راہ سالوس ہے
 مجھے بخش اے خالق المالین تو ستورج و اِنّی من الظالمین
 میں تیرا ہوں اے میرے کرتار پاک نہیں تیری راہوں میں خوفِ ہلاک
 ترے در پہ جاں میری قربان ہے محبت تری خود مری جان ہے
 وہ طاقت کہ ملتی ہے ابرار کو
 وہ دے مجھ کو دکھلا کے اسرار کو

خطا دار ہوں مجھ کو وہ رہ بتا کہ حامل ہو جس رہ سے تیسری رضا
 اسی عجز میں تھا تذلل کے ساتھ کہ پکڑا خدا کی عنایت نے ہاتھ
 ہوا غیب سے ایک چولہیاں خدا کا کلام اُس پہ تھا بے گماں
 شہادت حقِ اسلام کی جا بجا
 کہ سچا وہی دیں ہے اور رہنما

یہ بلکتا تھا اُس میں بخلفِ جلی کہ اللہ ہے اک اور محمد نبی
 ہوا حکم پن اس کو لے نیک مرد اتر جائیگی اس سے وہ ساری گرد
 جو پوشیدہ رکھنے کی تھی اک خطا یہ کفارہ اُس کا ہے اے بادشاہ
 یہ ممکن ہے کشفی ہو یہ ماجرا دکھایا گیا ہو بہ حکمِ خدا
 پھر اُس طرز پر یہ بنایا گیا بحکمِ خدا پھر لکھایا گیا
 مگر یہ بھی ممکن ہے اے پختہ کار کہ خود غیب سے ہو یہ سب کاروبار
 کہ پردے میں قادر کے اسرار ہیں کہ عقلیں وہاں پہنچ و بے کار ہیں
 تو یک قطرہ داری ز عقل و خبر و مگر قدرتش بھر بے حد وعد

اگر بَشَنوی قِسمتِ صادقانِ بختِ بیاں سیرِ خود چو سَستِ بیاں
تو خود را بخرِ دَمندِ فَمیدہ مَتاماتِ مَرِداں کُجا دِیدہ
غرض اُس نے پناؤ فرخِ باس نہ رکھا تھا مخلوق سے کچھ ہر اس
وہ پھرتا تھا کُچوں میں چولہ کے ساتھ دکھاتا تھا لوگوں کو قُدرت کے ہاتھ

کوئی دیکھتا جب اُسے دُور سے

تو ملتی خبر اُس کو اُس دُور سے

جسے دُور سے وہ ظنِ آتا تھا اُسے چولہ خود بھید بھاتا تھا
وہ ہر لحظہ چولے کو دکھلاتا تھا اسی میں وہ ساری خوشی پاتا تھا
غرض یہ تھی تا یارِ غورِ سَند ہو خطا دُور ہو پُختہ پیوند ہو

جو عشاق اُس ذات کے ہوتے ہیں

وہ ایسے ہی دُور دُور کے جاں کھوتے ہیں

وہ اُس یار کو بَدقِ دِکھلاتے ہیں اسی غم میں دیوانہ بن جاتے ہیں
وہ جاں اسکی رہ میں فدا کرتے ہیں وہ ہر لحظہ سَو سَو طرح مرتے ہیں
وہ کھوتے ہیں سب کچھ بے بَدقِ دَمنا مگر اُس کی ہو جائے ماحِلِ رَمنا
یہ دیوانگی عشق کا ہے نِشاں نہ سمجھے کوئی اِس کو جُز عاشقاں
غرض جو شمسِ اُفتابِ مہذوب وار یہ تانک نے چولہ بنایا شِعار
مگر اِس سے راضی ہو وہ دِلِتاں کہ اُس بن نہیں دل کو تابِ تِواں
خُدا کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں وہ عَفتِ کوگوں کی کب فیرتے ہیں
وہ ہو جاتے ہیں سارے دِلدار کے نہیں کوئی اُن کا مَحَبُزِ یار کے
وہ جاں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں کہ سب کچھ وہ کھو کر اُسے پاتے ہیں

وہ دلبر کی آواز بن جاتے ہیں وہ اُس جاں کے ہراز بن جاتے ہیں
 وہ ناداں جو کتا ہے ذہ بند ہے نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
 نہیں عقل اُس کو نہ کچھ غور ہے اگر ذید ہے یا کوئی اور ہے
 یہ پتہ ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں
 خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں

اگر اس طرف سے نہ آوے خبر تو ہو جائے یہ راہ زیر و زبر
 طلب گار ہو جائیں اس کے تباہ وہ مر جائیں دیکھیں اگر بند راہ
 مگر کوئی مشوق ایسا نہیں کہ عاشق سے رکھتا ہو یہ بُنفس کیس
 خدا پر تو پھر یہ گماں عیب ہے

کہ وہ راحم و عالم الغیب ہے
 اگر وہ نہ بولے تو کیونکر کوئی یقین کر کے جانے کہ ہے مُعْتَقِی
 وہ کرتا ہے خود اپنے بھگتوں کو یاد کوئی اُس کے رہ میں نہیں نامراد
 مگر دید کو اس سے انکار ہے اسی سے تو بے خیر و بے کار ہے
 کرے کوئی کیا ایسے طومار کو بلا کر دکھائے نہ جو یار کو
 وہ دیدوں کا ایشہ ہے یا اک حجر کہ بولے نہیں جیسے اک گنگ و زگر
 تو پھر ایسے دیدوں سے حال ہی کیا ذرا سوچو اسے یاد بہر خدا!
 وہ انکار کرتے ہیں الہام سے کہ ممکن نہیں خاص اور عام سے
 یہی سب لکوں کا تو صحتِ مَدما اسی سے تو کھلتی تھیں آنکھیں ذرا
 اگر یہ نہیں پھر تو وہ مر گئے کہ بے سود جاں کو خدا کر گئے
 یہ دیدوں کا دعویٰ سنا ہے ابھی کہ بعد اُن کے مُنہم نہ ہو گا بھی

وہ کہتے ہیں یہ کوچہ مسدود ہے تلاش اس کی عارف کو بے سود ہے
 وہ غافل ہیں رحماں کے اُس دابکے کہ رکھتا ہے وہ اپنے اجباب سے
 اگر اُن کو اس رہ سے ہوتی خبر
 اگر مسدق کا کچھ بھی رکھتے اثر

تو انکار کو جانتے جائے شرم یہ کیا کہہ دیا وید نے ہائے شرم
 نہ جانا کہ اہسام ہے یہ کیا اسی سے تو مٹا ہے عینج بستان
 اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش
 یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
 یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا

اسی سے ملے اُن کو نازک علوم خدا پر خدا سے یقین آتا ہے
 اسی سے تو انکھی ہوئی جگ میں دھوم وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے
 کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل تو باتوں سے لذت اُٹھاتا ہے دل
 کہ دلدار کی بات ہے اک غذا مگر تو ہے مُسکرتے تھے اس سے کیا
 نہیں تجھ کو اس رہ کی کچھ بھی خبر تو واقف نہیں اس سے ملے بلے ہنر
 وہ ہے مہربان و کریم و مستدیر قسم اُس کی، اُس کی نہیں ہے نظیر
 جو ہوں دل سے قربانِ رپ جلیل نہ نقصان اُٹھاویں نہ ہوویں ذلیل
 اسی سے تو نامک ہوا کامیاب کہ دل سے تھا قربانِ عالی جناب
 بتایا گیا اس کو الہام میں کہ پائے گا تو مجھ کو اسلام میں
 یقین ہے کہ نامک تھا مُلُہم ضرور نہ کر دید کا پاس اسے پُر غرور
 دیا اس کو کرتار نے وہ گیسان کہ دیدوں میں اُس کا نہیں کچھ نشان

ایکلا وہ بھاگا ہنودوں کو چھوڑ چلا کتہ کو ہند سے مُنہ کو موڑ

گیا خانہ کعبہ کا کرنے طواف

مُسلمان بنا پاک دل بے خلاف

یا اُس کو فضلِ خدا نے اُٹھا بی دونوں عالم میں عزت کی جا

اگر تو بھی چھوڑے یہ ملک ہوا تجھے بھی یہ ترسہ کرے وہ عطا

تو رکھتا نہیں ایک دم بھی روا جو بیوی اور بچوں سے ہودے جدا

مگر وہ تو پھرتا تھا دیوانہ وار

نہ جی کو تھا پین اور نہ دل کو قرار

ہر اک کتا تھا دیکھ کر اک نظر کہ ہے اُس کی آنکھوں میں کچھ جلوہ گر

مبت کی تھی سینہ میں اک غلش لیے پھرتی تھی اُس کو دل کی تپش

کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں رہا گھومتا مستحق اور کرب میں

پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں مجاہد بھی یہ کام کر لیتے ہیں

مگر وہ تو اک دم نہ کرتا ستر ادا کر دیا عشق کا کاروبار

کسی نے یہ پوچھی تھی عاشق سے بات وہ نسخہ بتا جس سے جاگے تو رات

کماند کی ہے دوا سوز و درد کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد

وہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں وہ خود دل نہیں جو کہ بریاں نہیں

تو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا؟

مجھے پوچھو اور میرے دل سے یہ راز مگر کون پوچھے بجز عشق باز

جو برباد ہونا کرے اختیار خدا کے لیے ہے وہی بختیار

جو اُس کے لیے کھوتے ہیں پاتے ہیں جو مرتے ہیں وہ زندہ ہو جاتے ہیں

وہی وصف لاشریک اور عزیز

نہیں اُس کی مانند کوئی بھی چسیند

اگر جاں کروں اُس کی رہ میں فدا تو پھر بھی نہ ہو شکر اُس کا ادا
میں چولے کا کرتا، ہوں پھر کچھ بیاں کہ ہے یہ پیارا بچھے جیسے جاں
ذرا جنم ساکھی کو پڑھ اے جواں کہ انگلہ نے بکھا ہے اس میں عیاں
کہ قدرت کے ہاتھوں کے تھے وہ دم

خدا ہی نے بکھا بہ فصل و کرم

وہ کیا ہے یہی ہے کہ اللہ ہے ایک
بغیر اس کے دل کی معنائی نہیں
یہ معیار ہے دین کی تحقیق کا
ذرا سوچو یادو! اگر انصاف ہے
یہ ناپک سے کرنے لگے جب جدا
کما دور ہو جاؤ تم ہار کے
بشر سے نہیں تا اُنارے بشر
دُعا کی مٹی اُس نے کہ لے کر دگارا
یہ چولہ تھا اُس کی دُعا کا اثر
یہی پھوڑ کر وہ دلی مر گیا
اُسے مُردہ کتنا خطا ہے خطا
وہ تن گم ہوا یہ نیشاں رہ گیا
کہاں ہے محبت کہاں ہے وفا

عجّت نبی اُس کا پاک اور نیک
بجز اس کے غم سے رہائی نہیں
کھلا فرق و قبال و مصلحت کا
یہ سب کشمکش اس گھڑی صاف ہے
رہے زور کر کر کے بے مدعا
یہ خلعت ہے ہاتھوں سے کوتاہ کے
خدا کا کلام اِس پہ ہے جلوہ گر
بتا مجھ کو رہ اپنی خود کر کے پیار
یہ قدرت کے ہاتھوں کا تھا سہر
نصیحت مٹی مقصد ادا کر گیا
کہ زندوں میں وہ زندہ دل جا بلا
ذرا دیکھ کر اِس کو آنسو بہا
پیادوں کا چولہ ہوا کیوں بُرا

دفا دار ماضی کا ہے یہ نشان کہ دبسر کا خط دیکھ کر ناگیاں
 لگاتا ہے آنکھوں سے ہو کر فدا یہی ہیں ہے دلداد گاہ کا سدا
 مگر جس کے دل میں محبت نہیں اُسے ایسی باتوں سے رغبت نہیں
 اُٹھو جلد تر لاؤ فوٹو گراف
 ذرا کھینچو تصویر چوڑے کی صاف

کہ دنیا کو ہرگز نہیں ہے بہت قنا سب کا انجام ہے جُز خدا
 سو سو مکس جلدی کہ اب ہے ہلرں مگر اس کی تصویر رہ جانے پاس
 یہ چولہ کہ قدرت کی تحریر ہے یہی رہ نما اور یہی پیسر ہے
 یہ انگڈ نے خود لکھ دیا صاف صاف کہ ہے وہ کلام خدا بے گراف
 وہ لکھا ہے خود پاک کرتار نے اُسی حتیٰ دقتیوم و غفار نے
 خدا نے جو لکھا وہ کب ہو خطا وہی ہے خدا کا کلام صفا
 یہی راہ ہے جس کو بھولے ہو تم اُٹھو یادو اب مت کرو راہ گم
 یہ نور خدا ہے خدا سے ملا ارے جلد آنکھوں سے اپنی لگا
 ارے لوگو! تم کو نہیں کچھ خبر جو کتا ہوں میں اُس پہ رکھنا نظر
 زمانہ تعقب سے رکھتا ہے رنگ کریں حتیٰ کی تکذیب سب بے درنگ
 وہی دیں کے راہوں کی سُناتا ہے بات کہ ہو متقی مرد اور نیک ذات
 مگر دوسرے سارے ہیں پُر عناد پیارا ہے ان کو عنسُرور اور فساد

بناتے ہیں باتیں سراسر دروغ

نہیں بات میں اُن کی کچھ بھی فروغ

بھلا بعد چوڑے کے لے پُر غرورا وہ کیا کسر باقی ہے جس سے تو دور

تُو ڈرتا ہے لوگوں سے اے بے ہنر خدا سے تجھے کیوں نہیں ہے خطر؟
یہ تحریر چولہ کی ہے اک زباں ! سُنو وہ زباں سے کرے کیا بیاں

کہ دین خدا دینِ اسلام ہے
جو ہو مُنہ پر اُس کا بد انجام ہے

مُحمّد وہ نبیوں کا سردار ہے	کہ جس کا عُدو مثلِ مُردار ہے
تجھے چولے سے کُھ تو آدے حیا	ذرا دیکھ ظالم کہ کرتا ہے کیا
کو جو رضا ہو مگر سُن لو بات	وہ کنا کہ جس میں نہیں پکش پات
کہ حق جو سے کرتا کرتا ہے پیار	وہ انسان نہیں جو نہیں حق گزار
کو جب کہ پوچھے گا موئی حساب	تو بھائیو بتاؤ کہ کیا ہے جواب؟
میں کتا ہوں اک بات لے نیک نام	ذرا غور سے اُس کو سُنو تمام
کہ بے شک یہ چولہ پُر از نور ہے	تمرد، وفا سے بہت دُور ہے
دکھائیں گے چولہ تھیں کھول کر	کہ دو اُس کا اثر ذرا بول کر
یہی پاک چولہ رہا اک نشان	گرو سے کہ تھا غلّی پر مہرباں
اسی پر دوشالے چرم سے اور زر	یہی فخر سکھوں کا ہے سرسبز
یہی ملک و دولت کا تھا اک ستون	عمل بد کتے ہو گئے سرنگوں
خدا کے لیے پھوڑا اب بغض و کین	ذرا سوچو باتوں کو ہو کر انیں

وہ صدق و محبت وہ مہر و وفا

جو ناک سے رکھتے تھے تم بر ملا

دکھاؤ ذرا آج اُس کا اثر اگر صدق ہے جلد دُور و ادھر
گرو نے تو کر کے دکھایا تھیں وہ رستہ چلے جو بتایا تھیں

کہاں ہیں جو نایک کے ہیں خاک پا جو کرتے ہیں اُس کیلئے جاں نسا
 کہاں ہیں جو اس کے لیے مرتے ہیں
 جو ہے داک اُس کا وہی کرتے ہیں

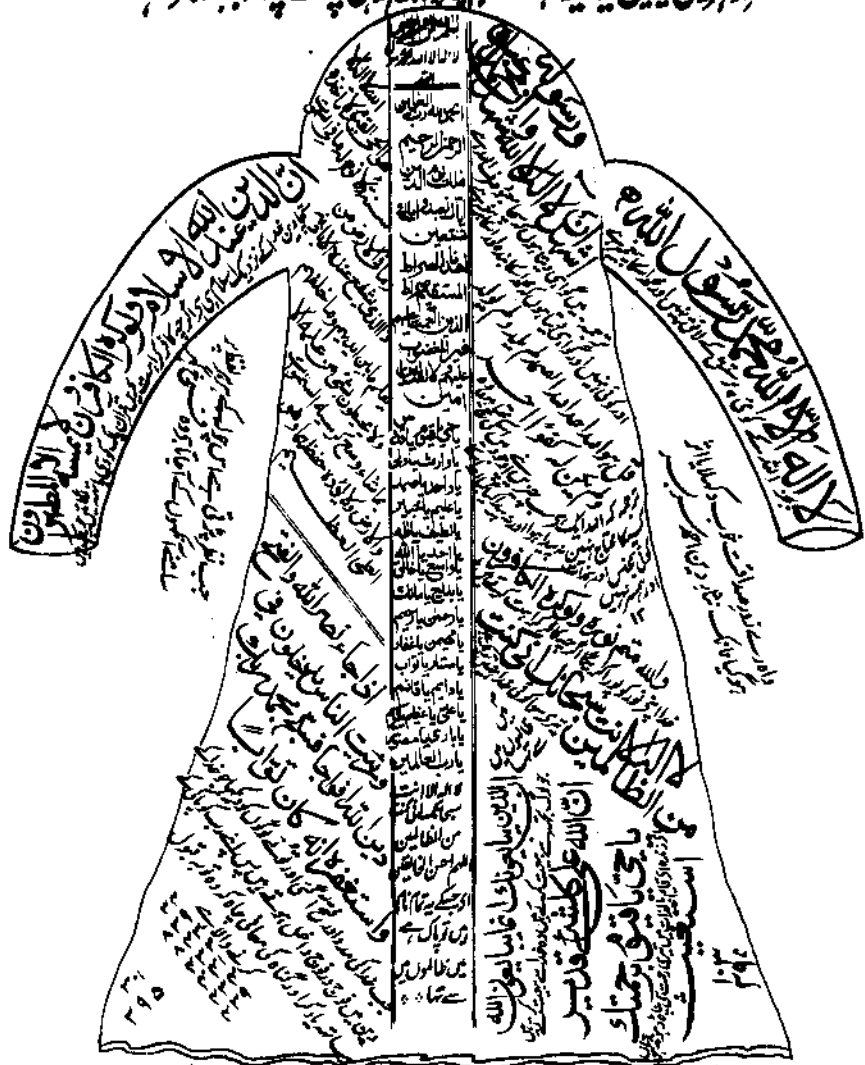
کہاں ہیں جو ہوتے ہیں اُس پر نثار
 کہاں ہیں جو رکھتے ہیں صدق و ثبات
 کہاں ہیں کہ جب اُس سے کچھ پاتے ہیں
 کہاں ہیں جو الفت سے سرشار ہیں
 کہاں ہیں جو وہ نخل سے دور ہیں
 کہاں ہیں جو اس رہ میں پرجوش ہیں
 کہاں ہیں وہ نایک کے عاشق کہاں
 کہاں ہیں جو بھرتے ہیں الفت کا دم
 گرو جس کے اس زہ پہ ہو دیں نسا
 اگر ہاتھ سے دقت جادے نکل
 نہ مردی ہے تیسرا اور تلوار سے
 سُنو! آتی ہے ہر طرف سے نسا
 کہ باطل ہے ہر چیز حق کے ہوا

کوئی دن کے مہاں ہیں ہم سب سہمی

خبر کیا کہ چینام آدے ابھی

گرو نے یہ چولہ بنایا شعار
 وہ کیونکر ہوا ناسیدوں سے شاد
 دکھایا کہ اس رہ پہ ہوں میں نثار
 جو رکھتے نہیں اُس سے کچھ اعتقاد
 اگر مان لو گے گرو کا یہ داک
 تو راہی کر دو گے اُسے ہو کے پاک

کہاں ہیں جو بہر تہیں اُفت کا دم اطاعت سو سر کو بنا کر قدم
 اور سر آئیں دیکھیں یہ تصویر ہے صاحب اس چولہ جہاں گیر ہے



دیکھو اپنے دین کو کس حد تک دیکھ لیا وہ بہادر تھانہ رکشا تھا کسی دشمن سے ڈر

وہ احمق ہیں جو حق کی رہ کھوتے ہیں
 عبث ننگ و ناموس کو روتے ہیں
 وہ سوچیں کہ کیا بلکہ گیا پیشوا دمیت میں کیا کہ گیا بر ملا
 کہ اسلام ہم اپنا دیں رکھتے ہیں محمدؐ کی رہ پر یقیں رکھتے ہیں
 اٹھو سونے والو! کہ وقت آگیا تمہارا گرو تم کو سمجھا گیا!
 نہ سمجھے تو احقر کو پچھتاؤ گے
 گرو کے سراپوں کا پھل پاؤ گے



تائیر صداقت

واہ رے زور صداقت خوب دکھلایا اثر
 ہو گیا ناک نثار دین احمد سرسہر
 جب نظر پڑتی ہے اس چولہ کے ہر ہر لفظ پر
 سامنے آنکھوں کے آ جاتا ہے وہ فرخ گھر
 دیکھو اپنے دین کو کس صدق سے دکھلا گیا
 وہ بہادر تھا نہ رکھتا تھا کسی دشمن سے ڈر



محمود کی آئین

مدد و ثنا اُسی کو جو ذات جادوئی بسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثنائی
باقی وہی ہمیشہ غیر اُس کے سب ہیں فانی غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
سب یہ غم ہیں وہی ہے اک دل کا یا جانی

دل میں سر یہی ہے سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
ہے پاک پاک قدرِ عظمت، اس کی عظمت رزاں ہیں اہلِ قربتِ کربوں پہ نہایت
ہے عام ان کی رحمت کیونکر ہو شکرِ نعمت ہم سب ہیں اس کی منت اس سے کردِ محنت
غیروں سے کرنا اُلفت کب چاہے اس کی خیرت

یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
جو کچھ ہیں، راحت سب اس کی جو وقت اُس سے دل کو بیعت دل میں ہے اس کی عظمت
بہتر ہے اُس کی طاعت طاعت میں سعادت

یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
سب کا وہی سہارا رحمت ہے آشکارا ہم کو وہی پیارا و بسر وہی ہمارا
اُس بن نہیں گذارا غیر اُس کے جھوٹ سرا

یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْنِہُ
یارِ بختیر احسان میں تیری ہے در پہ قرباں تو نے دیا ہے ایماں تو ہر زمان نگہباں

تیرا کرم ہے ہر اک ٹو ہے جسم و رحماں
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ
 کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
 ٹو نے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
 جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ
 ٹو نے یہ دن دکھایا صُحُودِ پڑھ کے آیا
 دل دیکھ کر یہ احساں تیری شنائیں گایا
 مدد شکر ہے قدا یا مدد شکر ہے قدا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ
 ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرو
 ٹو نے مجھے لئے ہیں یہ تین تیسرے چاکر
 تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ
 ہے آج ختم قرآن نکلے ہیں دل کے اراں
 ٹو نے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے ثراں
 اے میرے رب محن کیونکر ہو شکر احساں
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ
 تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمتِ تم ہے
 کیونکر ہو حمد تیری، کب طاقتِ قلم ہے
 تیرا ہوں میں ہمیشہ جیتک کہ دم میں دم ہے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ
 اے قادر و توانا! آفات سے بچانا
 ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
 غیر دل غنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَنَ مَنْ يَوْمِئِذٍ

احقر کو میرے پیار سے ایک دم نہ دُور کرنا بہتر ہے زندگی سے تیرے حضور مرنا

واللہ خوشی سے بہتر غم سے ترے گزرنا

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھے سے پائے سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

تُو نے ہی میرے ربانی خوشیوں کے دن دکھائے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

یہ تین جو پسر ہیں تجھ سے ہی یہ ثمر ہیں یہ میرے بار و بر ہیں تیرے غلام در ہیں

تُو پتے و معدوں والا منکر کہاں رکھ رہیں

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت

دے رُشد اور ہدایت اور عُمر اور عزت

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے میرے بند پر دُر کر ان کو نیک اختر مُتبہ میں ہوں یہ بزرگ اور بخش تاج و افسر

تُو ہے ہمارا رہبر، تیرا نہیں ہے ہمسر

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

شیطان سے دُور رکھو اپنے حضور رکھو جاں پر زور رکھو دل پر سُور رکھو

ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھو

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

میری دُعائیں سادی کریو قبول باری میں جاؤں تیرے دای کر تُو مدد ہماری

ہم تیرے در پہ آئے لیکر اُمید ہماری

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

لحبت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا

دن ہوں مرادوں دے پُر نور ہو سیرا

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اس کے ہیں دو برادران کو بھی رکھو خوشتر تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ بیکر رحمت کر معطر

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

یہ تینوں تیرے بننے رکھو نہ انکو گندے کر ان سے دُور یارت دُنیا کے سارے پھندے

چنگے زہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے میرے دل کے پیارے مہراں ہمارے کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں تارے

یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گھر یہ سارے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے میری جاں کے جانی اے شاہِ دو جہانی کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہو دے ثانی

دے بختِ جادو دانی اور فیضِ آسمانی

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

مُن میسے پیار سے باری میری دُعائیں ساری رحمت انکو رکھنا تیں سیکر مُنہ کے واری

اپنی پنہ میں رکھو سُسن کر یہ میری زاری

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

اے واحد و یگانہ اے خالقِ زمانہ میری دُعائیں مُن لے اور عرضِ چپ کرانہ

تیرے پُرو تینوں دیں کے دستِ برنا نا

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ

نکروں میں دل جزیں ہے جاں دے قریں ہے جو میر کی قلمی طاقت اب مجھ میں وہ نہیں ہے

ہر غم کو دور رکھنا تو رب مائیں ہے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

اقبال کو بڑھانا اب فضل لے کے آنا ہر رنج سے بچانا دکھ درد سے پھرانا

خود میرے کام کرنا یا رب نہ آزمانا

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

یہ تینوں تیسرے چاکر ہوویں جہاں کے دہر یہ ہادی جہاں ہوں یہ ہوویں نورِ کبیر

یہ مزاج شہاں ہوں یہ ہوویں مسراند

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

اہلِ وقار ہوویں فخر دیا ہوویں حق پر شمار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں

بابرگ دبار ہوویں اک سے ہزار ہوویں

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

تو ہے جو پاتا ہے، ہر دم سنبھالتا ہے غم سے نکالتا ہے، دردوں کو مٹاتا ہے

کرتا ہے پاک دل کو حقِ دل میں ڈالتا ہے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

تو نے سکھایا فرقاں جو ہے مدارِ ایماں جس سے طے ہے عرفاں اور دُور ہوئے شیطان

یہ سب سے تیرا احسان تجھ پر شمار ہو جاں

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

تیرا نبی جو آیا اُس نے حُسنِ دکھایا دینِ تویم لایا بدعات کو بٹایا

حق کی طرف بلایا بل کر حُسنِ اُٹلایا یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

قرباں ہیں تجھ پہ سارے جو ہیں سحر پیارے احساں میں تیرے بھارے گن گن کے ہم تو ہمارے

دل غم میں غم کے اے کشتی لگا کنارے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

اس دل میں تیرا گھر ہے تیری طرف نظر ہے تجھ سے میں ہوں مُنَوَّرِ میرا تو توست رہے

تجھ پر مرا توکلِ ذر پر ترے یہ سحر ہے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

جب تجھے دل لگایا سو سو ہے غم اُٹھایا تن خاک میں بلایا جاں پر دُبال آیا

پر شکوے لے مُٹھلایا جاں کھو کے تجھ کو پایا

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

دیکھتے تیرا منہ جب چمکا ہے ہم پہ کوکب مقصود دل گیا سب ہے جام اب لبالب

تیرے کرم سے یارب میرا بڑا مطلب

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

اجاب ملے آنے تو نے یہ دن دکھائے تیسرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلانے

یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

مہماں جو کر کے اُلفت آئے بعد محبت دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری رحمت

پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ خلعت

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

دُنیا بھی اک سزا ہے بچھڑے گا جو بلا ہے گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے

شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ غم، ہی بے بقا ہے یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذَا

اے دوستو پیارو! عقبے کو مت بسارو کچھ زاہد راہ سے لو، کچھ کام میں گزارو
 دُنیا ہے جائے فانی دل سے لے لٹاؤ
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 جی مت لگاؤ اس دِل کو چھڑاؤ اس سے رغبت ہٹاؤ اس سے دُور جاؤ اس سے
 یارو! یہ اڑو صا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 قرآن کتابِ رحماں رکھ لائے راہِ عرفان جو اسکے پڑھنے والے اُن پر خدا کے فیضِاں
 اُن پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 ہے چشمہ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
 یہ فُردِ دل کو بخشے دل میں کرے سرایت
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ
 قرآن کو یاد رکھنا پاکِ اعتقاد رکھنا فکرِ معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
 اکیس ہے پیاسے صدق و سدا رکھنا
 یہ روزِ کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَوْمَئِذٍ

آمین



خدا تعالیٰ کا شکر اور دُعا بزبانِ حضرت اماں جان

ہے عجب میرے خدا میرے پہ احساں تیرا
کس طرح شکر کروں اے میرے سلطان تیرا
ایک ذرہ بھی نہیں تُو نے کیا مجھ سے فرق
میرے اس جسم کا ہر ذرہ ہو قرباں تیرا
سُرخ پاؤں ہیں الہی ترے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا
تُو نے اس عاجزہ کو چار دئے ہیں لڑکے
تیری بخشش ہے یہ اور فضل نمایاں تیرا
پہلا فرزند ہے محمود ، مبارک چوتھا
دونوں کے بیچ بشتیر اور شرفیاں تیرا
تُو نے ان چاروں کی پہلے سے بشارت دی تھی
تُو وہ حاکم ہے کہ ملتا نہیں فرماں تیرا
تیرے احتیاجی کا کیونکر ہو بیاں اے پیارے
مجھ پہ بے حد ہے کرم اے مرے جاناں تیرا

تحت پر شاہی کے ہے مجھ کو بھایا تو نے
 دین دُنیا میں ہوا مجھ پہ ہے احساں تیرا
 کس نہاں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ نہاں
 کہ میں ناچسیند ہوں اور دم فرداں تیرا
 مجھ پہ وہ نطف کئے تو نے جو برتر زخیال
 ذات برتر ہے تری پاک ہے ایواں تیرا
 چن یا تو نے مجھے اپنے میما کے لئے
 سب سے پہلے یہ کرم ہے مرے جاں تیرا
 کس کے دل میں یہ ارادے تھے یہ تمہی کس کو خبر
 کون کتا تھا کہ یہ بخت ہے ریشاں تیرا
 پر مرے پیارے ایسی کام ترے ہوتے ہیں
 ہے یہی فضل تری شان کے شایاں تیرا
 فضل سے اپنے بچا بھ کو ہر اک آفت سے
 صدق سے ہم نے یا ہاتھ میں داماں تیرا
 کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
 کوئی رُسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا
 آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
 کوئی ہو جائے اگر بسندہ فرماں تیرا
 جس نے دل تجھ کو دیا ہو گیا سب کچھ اُس کا
 سب شننا کرتے ہیں جب ہوئے شناخواں تیرا

اس جہاں میں ہے وہ جنت میں ہی ہے یسبگماں
 وہ جو اک پختہ توکل سے ہے مہاں تیرا
 میری اولاد کو کڑا ایسی ہی کر دے پیارے
 دیکھ یس آنکھ سے وہ چہرہ تاباں تیرا
 مگر دے، بڑق دے اور عافیت و صحت بھی
 سب سے بڑھ کر یہ کہ پاجائیں وہ عرفاں تیرا
 اب مجھے زندگی میں ان کی مصیبت نہ دکھا
 بخش دے میرے گنہ اور جو عیساں تیرا
 اس جہاں کے نہ بنیں کیڑے، یہ کر فضل ان پر
 ہر کوئی ان میں سے کہلائے مُسلاں تیرا
 غیر ممکن ہے کہ تدبیر سے پاؤں یہ مُراد
 بات جب بنتی ہے جب سارا ہو سماں تیرا
 بادشاہی ہے تری ارض و سما دونوں میں
 حکم چلتا ہے ہر اک ذرہ پہ ہر آن تیرا
 میرے پیارے مجھے ہر درد و مصیبت سے بچا
 تو ہے غفار یہی کہتا ہے قرآن تیرا
 مہر جو پہلے تھا اب مجھ میں نہیں ہے پیلے
 دکھ سے اب مجھ کو بچا نام ہے رحماں تیرا
 ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
 حکم تیرا ہے زمین تیری ہے دُوریاں تیرا

اُمّ الکتاب

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
 سوچو دُعا کا فائدہ کو پڑھ کے بار بار
 دیکھو خدا نے تم کو بتائی دُعا یہی
 پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
 اس کی قسم کہ جس نے یہ سورۃ اتاری ہے
 یہ میرے رب کے میرے لیے اک گواہ ہے
 میرے لیے یہ ایک دلیل ہے

اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
 کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
 اُس کے جیب سے بھی پڑھائی دُعا یہی
 جالتے ہو اس کی رہ سے درجے نیاز میں
 اُس پاک لہر جس کی وہ صورت پیاری ہے
 یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر اللہ ہے
 میرے لیے یہ شاہد ربّ جلیل ہے

پھر میرے بعد آدمیوں کی ہے استغفار کیا
 توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا



معرفتِ حق

آواز آ رہی ہے یہ فوژگراف سے دُھنڈو خدا کو دل سے نہ لاف دُگراف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک صاف سے کتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے
باہر نہیں اگر دل مُردہ غلاف سے مائل ہی کیا ہے جنگِ عبدالغلاف سے
وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشان نہ ہو تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسمان نہ ہو
مذہب بھی ایک کھیل ہے جنکِ یقین نہیں جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں
دینِ خدا وہی ہے جو دریا سے نور ہے جو اس کو در ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دینِ خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما کس کام کا وہ دیں جو نہ ہو دے گرہ کشا
جن کا دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دم دُنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں غام ہیں
بُت ترک کر کے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں



بشیر احمد شریف احمد اور مبارکہ کی امین

خُدا یا اے ہرے پیارے خُدا یا یہ کیسے ہیں ترے مجھ پر عطایا
 کہ تُو نے پھر مجھے یہ دن دکھایا کہ بیٹا دوسرا بھی پڑھ کے آیا
 بشیر احمد جسے تُو نے پڑھایا شفا دی آنکھ کو بیٹا بیٹا
 شریف احمد کو بھی یہ پُسل کھلایا کہ اُس کو تُو نے خود فرقاں کھلایا
 یہ چھوٹی عمر پر جب آزمایا کلام حق کو ہے فر فر سُنیایا
 برس میں ساتویں جب پیر آیا تو سر پر تاج قرآن کا سجایا
 ترے احسان میں اے رب ابریا مُبارک کو بھی پھر تُو نے جلایا
 جب اپنے پاس اک لڑکا بُلایا تو دے کر چار جلدی سے بنسایا

غلوں کا ایک دن اور چار شادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْغَافِقِينَ

اور ان کے ساتھ دی ہے ایک فخر ہے کچھ کم پانچ کی وہ نیک اختر
 کلام اللہ کو پڑھتی ہے فر فر خدا کا فضل اور رحمت سراسر
 ہوا اک خواب میں یہ مجھ پہ انظر کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر

لقب عزت کا پاوے وہ مقرر یہی روزِ ازل سے ہے مقدر
 خُدا نے چار لڑکے اور یہ دُختر عطا کی، پس یہ احساں ہے سراسر
 یہ کیا احساں ترا ہے بندِ پرورد کردل کس منہ سے شکر لے میرے داد
 اگر ہر بال ہو جائے سخن در تو پھر بھی شکر ہے اسکاں سے باہر
 کریم! دُور کر، تو ان سے ہر شر رحیم! نیک کر اور پھر معمر
 پڑھایا جس نے اُس پر بھی کرم کر جزا دے دین اور دُنیا میں بہتر
 رہِ تسلیم اک تُو نے بتا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

دیئے ہیں تُو نے مجھ کو چار فرزند اگرچہ مجھ کو بس تجھ سے ہے بیوند
 بنا ان کو بھوکا و جرد مسند کرم سے ان پر کہ راہِ ہدی بند
 ہدایت کر انہیں میرے خُداوند کہ بے توفیق کام آوے نہ کچھ پسند
 تُو خود کر پرورش لے میرے اخوند وہ تیرے ہیں ہماری عُمر تاجند
 یہ سب تیرا کرم ہے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

مرے مولیٰ مری یہ اک دُعا ہے تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
 وہ دے مجھ کو جو اس ل میں بھرا ہے زباں چلتی نہیں شرم و حیا ہے
 مری اولاد جو تیری عطا ہے ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارا ہے
 تری قدرت کے آگے روک جیسا وہ سب لے انکو جو مجھ کو دیا ہے

۱۔ تا مدہ یستزنا القرآن پتوں کیلئے بیشک نیک چیز ہے اس سے بہتر اور کوئی طریقہ تعلیم خیال میں نہیں

عجب عُمن ہے تو بحر الایادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْوَادِي

نجات ان کو عطا کر گندگی سے برات ان کو عطا کر بندگی سے
ریں خوشحال اور فرخندگی سے بچانا اسے خدا! بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْوَادِي

عیاں کر ان کی پیشانی پہ اقبال نہ آئے انکے گھر تک رُعبِ اقبال
بچانا ان کو ہر غم سے بہر حال نہ ہوں وہ دکھ میں اور رنجوں میں پال
یہی اُمید ہے دل نے بتا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْوَادِي

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ مرے مولیٰ! انھیں ہر دم بچانا
یہی اُمید ہے اے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْوَادِي

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا نصیبت کا، الم کا، بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ بھی کا جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے منادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَعْوَادِي

بہیں اُس یار سے تقویٰ عطا ہے نہ یہ ہم سے کہ احسان خدا ہے
کرد و کوشش اگر صدق و صفا ہے کہ یہ حاصل ہو جو شہر و بقا ہے

یسی آئینہ خالقِ نما ہے یہی اک جوہر سیفِ دُعا ہے
 ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے*
 یہی اک فخرِ شانِ ادبِ اہل ہے بجز تقویٰ زیادتِ ان میں کیا ہے
 دُرو یارو کہ وہ پینا خدا ہے اگر سوچو، یہی دارِ الجزار ہے
 مجھے تقویٰ سے اُس نے یہ جزا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
 سنو! ہے مائلِ اسلام تقویٰ خدا کا عشق مئے اور جام تقویٰ
 مسلمانو! بناؤ تمام تقویٰ کہاں ایمان اگر ہے خام تقویٰ
 یہ دولت تُو نے مجھ کو اسے خدا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

خدا یا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
 کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد بڑھیں گے جیسے بانوں میں ہوں ششاد
 خبر مجھ کو یہ تُو نے بارہا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

مری اولاد سب تیری عطا ہے ہر اک تیری بشارت سے ہوا ہے
 یہ پانچوں جو کہ نسلِ ستیدہ ہے یہی ہیں پنج تن جن پر بنا ہے
 یہ تیرا فضل ہے اسے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

دیے تُو نے مجھے یہ مہر و مقاب یہ سب ہیں میرے پیار تیرے اسباب

دکھایا تو نے وہ لے رہا رباب کہ کم ایسا دکھا سکتا کوئی خواب

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

میں کیونکر گن سکوں تیرے یہ انعام کہاں ممکن تیرے فضلوں کا ارقام
ہر اک نعمت تو نے بھر دیا جام ہر اک دشمن کیا مرود و ناکام

یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کردل گا دور اُس منہ سے اندھیرا دکھاؤں گا کہ اک مانم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

مری ہر بات کو تو نے چلا دی مری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی

مری ہر پیش گوئی خود بنا دی تیری تسلا بے پناہی بھی دکھا دی

جو دی ہے مجھ کو وہ کس کو عطا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

ملاحمت ہے عجب اس ہلتاں میں ہوتے بدنام ہم اس سے جہاں میں

مدد و جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہو گئے یار نہاں میں

ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

کروں کیونکر ادا میں مُکبر باری فدا ہو اُس کی رہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے بہشت اسکی بھاری پہلی اُس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بڑی ہوئی اُس نے بنا دی

قَسْبُ بَنَحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاوِي

تجھے حمد و ثناء زیبا ہے پیارے کہ تُو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مے سر پر ہیں بھارے چمکتے ہیں وہ سب جیسے تارے
گزرے میں تُو نے سب شُمن اُتارے ہمارے کر دیے اُونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے کہاں مکتے تھے پر تُو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے اُنکے شرارے نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
اُنہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی

قَسْبُ بَنَحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاوِي

تری رحمت میرے گھر کا شہتیر مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر گرفتار آ گئے جیسے کہ پنہ گیر
ہوا آخر دُبی جو تیری تقدیر بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر
فدا نے اُن کی عظمت سب اُٹا دی

قَسْبُ بَنَحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاوِي

مری اُس نے ہر اک عزت بنادی مخالف کی ہر اک شیخی مٹا دی
مجھے ہر قسم سے اُس نے عطا دی سعادت دی، ارادت دی، وفا دی
ہر اک آزار سے مجھ کو شفا دی مرض گھٹا گیا جوں جوں دوا دی
بہشت غیر کی دل سے بنا دی فدا جانے کہ کیا دل کو مٹا دی

دوا دی اور غذا دی اور تبا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَىٰ

مجھے کب خواب میں بھی تمی یہ انید کہ ہو گا میرے پر یہ فضلِ باریہ
ملی یوسف کی عزت یکے بے قید نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نوید
مراد آئی، گئی سب نامرادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَىٰ

تری رحمت جب سے اے مرے یار ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
غریبوں کو کسے اک دم میں ٹوپا جو ہو نویدِ تجھ سے ہے وہ مُردار
وہ ہو آوارہ ہر دشت و دوا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَىٰ

ہوئے ہم تیرے اُسے قادر توانا ترے در سے ہوئے اور بھکوا جانا
ہیں بس جسے تری درگاہ پہ آنا مُصیبت سے ہیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفار و ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَىٰ

تجھے دُنیا میں ہے کس نے پکارا کہ پھر غالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سارا کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا میں تیرے فضلوں کا مُنادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَىٰ

میں کیونکر گن سکوں تیری عنایات ترے فضلوں پر ہیں میسے دن رات
ہری خاطر دکھائیں تُو نے آیات ترم سے مری سُن لی ہر اک بات

کرم سے تیرے دشمن ہو گئے مات عطا کیس تو نے سب میری مُرادات
پڑا پیچھے جو میرے غولِ بد ذات پڑی آخر خود اُس مُودی پہ آفات
ہوا انجمِ سب کا نامُرا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

بنائی تو نے پیارے میری ہر بات دکھائے تو نے احساں اپنے دنِ ات
ہر اک میل میں میں تو نے فوٹات بد اندیشوں کو تو نے کر دیا نات
ہر اک بجڑی ہوئی تو نے بنا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

تری نصرت سے اب دشمن تیرے ہر اک جا میں ہماری تو پند ہے
ہر اک بدخواہ اب کیوں رُویہ ہے کہ وہ مثلِ خوفِ مہر و مہ ہے
سیاہی چاند کی منہ نے دکھا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

تھے فنلوں سے جاں بُتاں نہ رہے ترے نوروں سے دلِ شمسِ صغریٰ ہے
اگر اندھوں کو انکار و ابار ہے وہ کیا جانیں کہ اس سینہ میں کیا ہے
کیس جو کچھ کیس نہر پر خدا ہے پھر آخر ایک دن روزِ جزا ہے
بدی کا پھل بدی اور نامُرا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْيَادَ

لہ دشمن کے فضا سے اس جگہ وہ حاسد مُراد ہیں جو ہر ایک طور سے مجھے تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔
لوگوں کو میری نسبت بدمن کرتے ہیں۔ اور گورنمنٹِ عالیہ انگریزی میں مجھ کو شکایتیں کرتے ہیں اور
گورنمنٹِ محکمہ کی نسبت جو میرے مُخلصانہ خیالات ہیں اُن کو چھپاتے ہیں۔ منہ

تجھے سب نذر و قدرت ہے خدایا تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا
 ہر اک مارتے نے ہے اک بت بنایا ہمارے دل میں یہ دوسرا سما یا
 دُہی آرام جاں اور دل کو بھایا دُہی جس کو کہیں رُبت ابرایا
 ہوا ظاہر وہ مجھ پر پالایا دُی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَمْوَئِی

مجھے اُس یار سے پیونہ جاں ہے دُہی جنت، دُہی دارالامان ہے
 بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے جنت کا تو اک دریا رواں ہے
 یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَمْوَئِی

تری نعمت کی کچھ قلت نہیں ہے تھی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
 شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
 یہ کیا احساں ترے ہیں میرے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَمْوَئِی

ترے کُپے میں کن راہوں سے آؤں وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
 جنت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
 جنت چیز کیا کس کو بست آؤں وفا کیا مان ہے کس کو سُناؤں
 میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں یہی بہتر کہ خاک اپنی اُٹاؤں
 کہاں ہم اور کہاں دُنیا ئے ہادی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخْرَجَ الْأَمْوَئِی

کوئی اُس پاک سے جو دل لگا لے کرے پاک آپ کو تب اُس کو پا لے

جو مڑا ہے وہی زندہ دل میں جاوے جو جلتا ہے وہی مڑے جلاوے
 ٹر ہے دُور کا کب غیر کھاوے چلو اُپر کو وہ نیچے نہ آوے
 نہاں اندر نہاں ہے کون لائے غریب عشق وہ موتی اُٹھاوے
 وہ دیکھے نیستی رحمت دکھاوے خودی اور خود روی کب اکو بھاوے
 مجھے تُو نے یہ دولت لے خدا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

کماں تک حرص و شوق مال فانی! اٹھو دُھونڈو متاعِ آسمانی
 کماں تک جوشِ آمال و آمانی یہ سو سو چھید ہیں تم میں نہانی
 تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی کماںِ غربال میں رہتا ہے پانی
 کرو کچھ فسکرِ ملکِ جادوانی یہ ملک و مال جھوٹی ہے کمانی
 بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی گردِ دل میں یہی تم نے بے عثانی
 خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی ذرا سوچو یہی ہے زندگانی
 خدا نے اپنی رہ مجھ کو بتا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

کرو توبہ کہ تبا ہو جائے رحمت رکھاؤ جلد تر صدق و انابت
 کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک سماعت کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت
 مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ مِنَ الْأَعْمَادِ

سُلاخوں پہ شبِ ادبار آیا! کہ جب تعلیمِ قرآن کو بھلایا
 رسولِ حق کو مٹنی میں سُلاخا میٹھا کو فلک پر ہے بٹھایا

یہ تو میں کر کے پہل دیا ہی پایا امانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بلایا کہ سوچو عزتِ خیر البرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود دکھا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاذِي

کوئی مُردوں سے کیونکر راہ پائے مرے تب بجاں مُردوں میں جاے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لائے وہ خود کیوں مُہرِ غنیمتِ مٹا دے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آدے کوئی اک نام ہی ہم کو بتا دے
تمہیں کس نے یہ تعلیم خطا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاذِي

وہ آیا منظر جس کے متھے دینِ رات ممتہ کُل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسمان نے ساری آیات زمیں نے وقت کی دیدیں شہادت
پھر اس کے بعد کون آئیگا یہاں خدا سے کچھ دُرد چھوڑو معادات
خدا نے اک جہاں کو یہ سُنا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاذِي

بِرحِ وقت اب دُنیا میں آیا خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مُبَارک وہ جو اب ایمان لایا صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی نے اُن کو ساقی نے پلا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعَاذِي

خدا کا ہم پہ پس نطف و کرم ہے وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیان اب مُحترم ہے بجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے

ظہورِ خون و نصرتِ دہم ہے خندے دشمنوں کی پشتِ خم ہے
 سُنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے بستمِ اب مائلِ ملکِ عدم ہے
 خدا نے روکِ ظلمت کی اُٹادی
 فَسُبْحَانَ الَّذِي أَعْزَى الْأَحْوَی



شانِ حقانندہِ محمدِ عربی

زندگی بخش جامِ احمد ہے
 کیا ہی پیارا یہ نامِ احمد ہے
 لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
 سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے
 باغِ احمد سے ہم نے پھل کھایا
 میرا بستانِ کلامِ احمد ہے
 ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
 اس سے بہتر غلامِ احمد ہے



اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا لے دو ستو خیال
 اب تمکیا سیح جو دیں کا امام ہے
 اب آسمان سے نورِ خدا کا نزول ہے
 دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
 کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
 کیوں بھولتے ہو تم یَعْنُ الْعَرَب کی خبر
 فرما چکا ہے سید کو نبی مصطفیٰ
 جب آئیگا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
 بیویں گے ایک کٹاٹ پر شیر اور گوسپند
 یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
 یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو مہلتے گا
 اک معبرہ کے طور سے یہ پیش گوئی ہے

دیں کیئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
 دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
 اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فصول ہے
 نکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
 جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس نصیحت کو
 کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
 عیسیٰ سیح جنگوں کا کر دے گا التوا
 جنگوں کے سلسلہ کو وہ کیسے مٹائے گا
 پھیلے گئے تھے سانپوں کی خوف دے گزند
 بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفتاک کا
 وہ کافروں سے سخت بزمیت اٹھائے گا
 کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

میں نے محمد کو روایہ معبرہ ۹۹۲۰ء

☆ یہاں جہاد سے مراد اسلام کو بزورِ شمشیر پھیلانا ہے جو کہ غیر اسلامی نظریہ ہے۔ (ناشر)

اقصۂ یہ سیح کے آنے کا ہے نشان
 ظاہر میں خود نشان کہ زماں وہ زماں نہیں
 اب تم میں خود وہ قوت طاعت نہیں رہی
 وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
 وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
 وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
 دل میں ٹھکے یار کی اُلفت نہیں رہی
 حق آگیا ہے سر میں وہ ظنّت نہیں رہی
 وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
 دنیا و دین میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
 وہ اُنسِ شوق و وہ جدہ طاعت نہیں رہی
 ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
 سوسو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
 خوانِ تمی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
 مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
 سب پر یہ اک بلا ہے کہ وعت نہیں رہی
 تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
 اب تم میں کیوں وہ ہیبت کی قفا نہیں رہی
 اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
 ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
 کر دے گا ختم آ کے وہ دیں کی لڑائیاں
 اب قوم میں ہماری وہ تاب تو اس نہیں
 وہ سلطنت وہ رعبِ شوکت نہیں رہی
 وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی
 وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
 خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
 حالتِ تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی
 محفل آگیا ہے دل میں جلالت نہیں رہی
 وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی
 اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی
 عظمت کی کچھ بھی مدد نہایت نہیں رہی
 نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی
 نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی
 دیں بھی ہے ایک قشرِ حقیقت نہیں رہی
 دل مر گئے میں نیکی کی قدرت نہیں رہی
 اک پھوٹ پڑی ہے ہودت نہیں رہی
 صورتِ بگرد گئی ہے وہ صورت نہیں رہی
 بھید آئیں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
 کرتی نہیں ہے منعِ صلوة اور صوم سے
 عادت میں اپنی کر یا فسق و گناہ کو

مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے
 روکتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں
 شیطان کے میں خدا کے پیارے وہ دل نہیں
 جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے
 باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے
 اُس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے
 تم خود ہی غیر بن کے محل سزا ہوئے
 وہ صدق اور وہ دین دیا نہ اب کہاں
 وہ نورِ مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا
 آیت عَلَیْكُمْ أَنْفُسُكُمْ یاد کیجئے
 اور کافروں کے قتل سے دیں کو بچائے گا
 بتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
 یہ راز تم کو شمس و مستر بھی بتا چکا
 تم میں سے ہائے سوچنے دلے کدھر گئے
 کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تھیں
 منہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مانٹ
 خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں
 حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں
 مخفی جو دل میں ہے وہ سُناؤ گے یا نہیں
 اُس وقت اُس کو منہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
 لے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
 کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
 تقویٰ کے عالمے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
 کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
 اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
 اب غیروں سے لڑائی کے معنی ہی کیا ہوئے
 سچ کہو کہ تم میں امانت اب کہاں
 پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
 پھر اپنے کفر کی خبر لے قوم یہ سچے
 ایسا گماں کہ مدنی خونی بھی آئے گا
 لے غافلویہ باتیں سراسر دروغ ہیں
 یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا
 اب سالِ مشرہ بھی صدی سے گزر گئے
 تھوڑے نہیں نشان جو دکھائے گئے تھیں
 پر تم نے اُن سے کچھ بھی اٹھایا نہ فائدہ
 بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
 باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
 اب عُذر کیا ہے کچھ بھی بناؤ گے یا نہیں
 آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں

تم میں سے چکودین دیا نیک ہے پیار اب اسکا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
 لوگوں کو یہ بتانے کہ وقت مسیح ہے اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
 ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
 اب بھی اگر نہ سمجھو تو بھانے گا خدا



تعلق باللہ

بکسی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
 بکسی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
 وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
 نہیں رہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
 یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
 اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کندوں کو



جوش صداقت

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
 آنکھ تر ہے دل میں میرے درد ہے
 دل ہوا جاتا ہے ہر دم بے مترار
 ہو گئے ہم درد سے زیر و زبر
 آسماں پر غافل و اک جوش ہے
 ہو گیا دیں کفر کے حملوں سے چور
 اس صدی کا بیواں اب سال ہے
 بدگماں کیوں ہو خدا کچھ یاد ہے
 وہ خدا میرا جو ہے جو ہر شناس
 دل میں آتا ہے مرے سو سو اہال
 کیوں دلوں پر اس قدر یہ گرد ہے
 کس بیاباں میں ہنگاموں یہ بخار
 مر گئے ہم پر نہیں تم کو خبر
 کچھ تو دیکھو گرتی ہیں کچھ جوش ہے
 چپ رہے کب تک خداوند غور
 شرک و بدعت سے جہاں پامال ہے
 افترار کی کب تلک بنیاد ہے
 اک جہاں کو لا رہا ہے میرے پاس

عنفی ہوتا ہے مردِ مفتی
 عنفی کو کب لے یہ سروری



نسیم دعوت

نام اس کا نسیم دعوت ہے آریوں کے لیے یہ رحمت ہے
 دِل بیمار کا یہ درماں ہے طابوں کا یہ یارِ غلوت ہے
 کُفر کے زہر کو یہ ہے تریاق ہر دُوق اس کا جامِ تحت ہے
 غور کر کے اسے پڑھو پیارو یہ خدا کے لیے نصیحت ہے
 خاکساری سے ہم نے لکھا ہے نہ تو سختی نہ کوئی شدت ہے
 قوم سے مت ڈرو، خدا سے ڈرو آخر اس کی طرف ہی رحلت ہے
 سخت دِل کیسے ہو گئے ہیں لوگ سر پہ طاعُون ہے پھر بھی غفلت ہے
 ایک دُنیا ہے مڑ چکی اب تک
 پھر بھی توبہ نہیں یہ حالت ہے



آریوں کو دعوتِ حق



اے آریہ سماج پھنوسے عذاب میں
اے قوم آریہ ترے دل کو یہ کیا ہوا
کیا وہ خدا جو ہے تری جاں کا خدا نہیں
گر عاشقوں کی روح نہیں اُسکے ہاتھ سے
گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھو بھی نہیں گیا
جس سوز میں ہیں اُس کیلئے عاشقوں کے دل
جام وصال دیتا ہے اُس کو جو مڑ چکا
بتا ہے وہ اُسی کو جو غاک میں بلا !
ہوتا ہے وہ اُسی کا جو اُس کا ہی ہو گیا
پھولوں کو جاکے دیکھو اسی سے وہ آب ہے

کیوں مبتلا ہو یا رو خیال خراب یہ میں
تو جاگتی ہے یا تری باتیں میں خواب میں
ایمان کی بو نہیں ترے لیے جواب میں
پھر غیر کیلئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں
پھر کس تک دیا ہے وہ دل کی کتاب میں
اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں
کچھ بھی نہیں ہے فرق سبیل شیخ و شاب میں
ظاہر کی قبل و قال بھلا کس حساب میں
ہے اسکی گود میں جو گرا اس جناب میں
چمکے اُسی کا نور مشہور آفتاب میں

سنتان درم نائیل پیچ صفحہ پہلو ۱۹۰۳ء

لے اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مُدَاہِرٌ زَیْنِ دَاسَمٰنِ کَا " (آیت تفسیر شریف)

غوبوں کے حُسن میں بھی اُسی کا وہ نور ہے کیا چیز حُسن ہے وہی چمکا حجاب میں
 اسکی طرف ہے ہاتھ ہر اک تارِ زلف کا بھراں اسکے رہتی ہے وہ بیچ و تاب میں
 ہر چشم مست دیکھو اسی کو دکھاتی ہے ہر دل اسی کے عشق سے بے التباب میں
 جن نور کھوں کو کاموں پہ اسکے یقین نہیں پانی کو ڈھونڈتے ہیں عبث وہ سراب میں
 قدرت اُسِ قدیر کی انکار کرتے ہیں؛ بکتے ہیں جیسے غرق ہو کوئی شراب میں
 دل میں نہیں کہ دیکھیں وہ اُس پاک ذات کو ڈرتے ہیں قوم سے کہ نہ پکڑیں عتاب میں

ہم کو تو اُسے عزیز دکھا اپنا وہ جمال
 کب تک وہ مُنہ رہیگا حجابِ نقاب میں



پیشگوئی زلزلہ عظیمہ

سونے والو! جلد جاگ یہ نہ وقتِ خواب ہے
 جو خبر دی وحی حق نے اُس سے دل بیتاب ہے
 زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیرِ دُور
 وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
 بے سرِ رہ پر کھڑا یوں کی وہ مولے کریم
 نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے
 کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
 جیلے سب جاتے رہنہ اک حضرتِ ثواب ہے



انذار

اشتمار واجب الاظہار از طرف میں خاکسارہ بارہ پیشگوئی زلزلہ

دوستو! جاگو کہ اب پھر زلزلہ آنے کو ہے
وہ جو ماہِ فردری میں تم نے دیکھا زلزلہ
آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اس کا علاج
کیوں نہ آؤں زلزلے، تقویٰ کی رہ گم ہو گئی
کس نے مانا بھکو در کس نے چھوڑا نفس کہیں
کافرو تباہ اور فاسق یہیں سب کہتے ہیں
جس کو دیکھو بدگمانی میں ہی مد سے بڑھ گیا
چھوٹے ہیں دیں کو اور دنیا سے کہتے ہیں تلخ
ہاتھ سے جاتا ہے دل دیں کی نصیبت دیکھ کر
اس لیے اب غیرت اسکی کچھ تمہیں دکھلائے گی
موت کی رہ سے بے لگی اب تمہیں کو کچھ مدد
پھر خدا قدرت کو اپنی جلد دکھلانے کو ہے
تم یقین بھگو کہ وہ اک زجر بھانے کو ہے
آسمان اے خافلو اب آگ سانسے کو ہے
اک مسلمان بھی مسلمان صرف کھلانے کو ہے
زندگی اپنی تو ان سے گالیاں کھانے کو ہے
کون ایمان صدق اور اخلاص لانے کو ہے
گر کوئی پوچھے تو سو سو عیب بتلانے کو ہے
سو کریں وعظ و نصیحت کون پھپھانے کو ہے
پر خدا کا ہاتھ اب اس دل کو مٹھانے کو ہے
ہر طرف یہ آفت جاں ہاتھ پھیلانے کو ہے
دور نہ دیں اے دوستو! اک زجر جانے کو ہے

یا تو اک عالم تھا قرباں اُس پہ آیا آئے یہ دن
ایک عبد العبد بھی اس میں کے جھٹلانے کو ہے



مقادیان کے آریہ

آیولوں پر ہے صد ہزار افسوس
ہو گئے حق کے سخت نافرماں
وہ نشان جس کی روشنی سے جہاں
ان نشانوں سے ہیں یہ انکاری
ان کے باطن میں اک اندھیرا ہے
ڈر رہے ہیں خداے یکتا سے
قوم کے خوف سے وہ مرتے ہیں
موت یکسو بڑی کرامت ہے

دل میں آتا ہے بار بار افسوس
کر دیا دیں کو قوم پر قرباں !
ہو کے بیدار ہو گیا لرزاں
پر کہاں تک چلے گی طزاری
بکین و نخوت نے آکے گھیرا ہے
باز آتے نہیں ہیں غوغا سے
سوناں دکھیں کب ڈرتے ہیں
پر سمجھتے نہیں یہ شامت ہے

میرے مالک تو ان کو خود سمجھا
آسمان سے پھر اک نشان دکھلا



شانِ اسلام

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدٰی یہی ہے
 اے سونے والو جاگو! شمسِ اقصٰی یہی ہے
 مجھ کو قسمِ خدا کی جس نے ہمیں بسایا
 اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے
 وہ دلتاں نہاں ہے کس رہ سے اُس کو دکھیں
 اِن مشکوں کا یارو! شکلِ کُشا یہی ہے
 باطنِ سید میں جن کے اس دیں سے ہیں وہ مُنکر
 پر اے اندھیرے داو! دِل کا دیا یہی ہے
 دُنیا کی سب دُکانیں ہیں ہم نے دیکھی بھالیں
 آخر ہوا یہ ثابت دارُ الشفا یہی ہے
 سب خشک ہو گئے ہیں جتنے تھے باغِ پہلے
 ہر طرف میں نے دیکھا بُستاں ہرا یہی ہے
 دُنیا میں اِس کا ثانی کوئی نہیں ہے شربت
 پی لو تم اِس کو یارو! آپ بقا یہی ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج
 پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے
 جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لینا
 نیکوں کی ہے یہ نصلت راہِ حیا یہی ہے
 جو ہو مفید لینا جو بد ہو اُس سے بچنا
 عقل و خرد یہی ہے فہم و ذکا یہی ہے
 ملتی ہے بادشاہی اس دیں سے آسمانی
 اُسے طالبانِ دولت! نسلِ بُہا یہی ہے
 سب دیں ہیں اک فسانہ شکر کوں کا آشیانہ
 اُس کا ہے جو یگانہ چہرہ نما یہی ہے
 سو سو نشان دکھا کر لاتا ہے وہ بُلا کر
 مجھ کو جو اُس نے بھیجا بس مدعا یہی ہے
 کرتا ہے معجزوں سے وہ یار دیں کو تازہ
 اسلام کے چمن کی بادِ صبا یہی ہے
 یہ سب نشان ہیں جن سے دیں اب ملک ہے تازہ
 اُسے گرنے والو دُور دیں کا عصا یہی ہے
 کس کام کا وہ دیں ہے جس میں نشان نہیں ہے
 دیں کی مرے پیارو! زریں قبا یہی ہے
 افسوس آریوں پر جو ہو گئے ہیں شہر
 وہ دیکھ کر ہیں مُنکر ظلم و جفا یہی ہے

معلوم کر کے سب کچھ محروم ہو گئے ہیں
 کیا ان نیوگیوں کا ذہن رسا یہی ہے
 اک ہیں جو پاک بندے اک ہیں دلوں کے ٹٹے
 جیتیں گے صادق آخر حق کا مزا یہی ہے
 ان آریوں کا پیشہ ہر دم ہے بدزبانی
 دیدوں میں آریوں نے شاید پڑھا یہی ہے
 پاکوں کو پاک فطرت دیتے نہیں ہیں گالی
 پر ان سیہ دلوں کا شیوہ سدا یہی ہے
 افسوس سب و تودیں سب کا بُوا ہے پیشہ
 کس کو کہوں کہ ان میں ہرزہ دردا یہی ہے
 آخر یہ آدمی تھے پھر کیوں ہوئے درندے
 کیا بون ان کی بگڑی یا خود قضا یہی ہے
 جس آریہ کو دیکھیں تہذیب سے ہے عاری
 کس کس کا نام یوں ہر سو دبا یہی ہے
 لیکھو کی بد زبانی کا رذ ہوئی حق اس پر
 پھر بھی نہیں جھکتے حق و خطا یہی ہے
 اپنے یکے کا شر لیکھو نے کیا پایا
 آخر خدا کے گھر میں بد کی سزا یہی ہے
 بیوں کی ہتک کرنا اور گالیاں بھی دینا
 کٹوں سا کھونا منہ ختم فنا یہی ہے

بیٹھے بھی ہو کے آخرِ نشتر ہی ہیں چلتے
 ان تیرو باطنوں کے دل میں دغا یہی ہے
 جاں بھی اگرچہ دیویں ان کو بطورِ احسان
 عادت ہے ان کی کُفرانِ رنج دغا یہی ہے
 ہندو کچھ ایسے گروے دل پُر ہیں بھننِ درکیں سے
 ہر بات میں ہے تو وہیں طرزِ ادا یہی ہے
 جاں بھی ہے ان پہ قرباں گردِ دل سے ہو دیں صافی
 پس ایسے بدکُنوں کا مجھ کو گلا یہی ہے
 احوال کیا کُنوں میں اس غم سے اپنے دل کا
 گویا کہ ان غموں کا سماں سدا یہی ہے
 لیتے ہی جنم اپنا دشمن ہوا یہ فرقہ
 آخر کی کیا اُمیدیں جب ابتدا یہی ہے
 دل پھٹ گیا ہمارا تھکتے تھکتے
 غم تو بُت ہیں دل میں پر جاں گزایا یہی ہے
 دُنیا میں گرچہ ہو گی سو رستم کی بُرائی
 پاکوں کی ہتک کرنا سب سے بُرا یہی ہے
 عقلت پہ غافلوں کی روتے رہے ہیں مہرسل
 پر اس زماں میں لوگو! نوحہ نیا یہی ہے
 ہم بد نہیں ہیں کہتے ان کے مقدسوں کو
 تعلیم میں ہماری حکیمِ خدا یہی ہے

ہم کو نہیں سکھاتا وہ پاک بدربانی
 تقویٰ کی جڑ یہی ہے صدق و صغایسی ہے
 پر آریوں کے دس میں گالی بھی ہے عبادت
 مکتے میں سب کو جھوٹے کیا اتقا یہی ہے
 جتنے نبی تھے آئے موشی ہو یا کہ عیسیٰ
 مکار ہیں وہ سارے ان کی نبیا یہی ہے
 اک دید ہے جو سچا باقی رکھتا ہے ساری
 جھوٹی ہیں اور جعلی اک راہنما یہی ہے
 یہ ہے خیال ان کا پرست بسایا تینکا
 پر کیا کہیں جب ان کا فہم و ذکا یہی ہے
 کبڑا جو ذب رہا ہے گوہر کی تہ کے نیچے
 اُس کے گماں میں اُس کا ارض و سما یہی ہے
 دیدوں کا سب خلاصہ ہم نے نیوگ پایا
 ان پستکوں کی دوسے کا راج بھلا یہی ہے

لے اگر ایسے لوگ بھی ان میں ہیں جو خدا کے پاک نبیوں کو گالیاں نہیں دیتے اور صلاحیت اور شرافت رکھتے
 ہیں وہ ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ منہ

لے اس جگہ دیکھ کے لفظ سے وہ تعلیم مراد ہے جو آریہ سماج والوں نے اپنے زعم میں دیدوں کے
 حوالے سے شائع کی ہے اور نہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم دیدوں کی اصل حقیقت کو خدا تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔
 ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے اس میں کیا بڑھایا اور کیا گھٹایا۔ جب کہ ہندوستان اور پنجاب میں دید کی
 پروری کا دعویٰ کھیلے صد ہا مذہب ہیں تو ہم کسی خاص فرقہ کی فطرت کو دید پر کیونکر متوجہ ہو سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی ثابت
 ہے کہ دید بھی محرف ہو چکا ہے پس بوجہ تعریف اس سے کسی بہتری کی امید بھی لامحالہ ہے ۛ منہ

جس ایشری کو لڑکا پیدا نہ ہو پٹیا سے
 دیدوں کی رو سے اُس پر واجب ہوا یہی ہے
 جب ہے یہی اشارہ پھر اس سے کیا ہے چارہ
 جب تک نہ ہو یوں گیارہ لڑکے روا یہی ہے
 ایشر کے گن عجیب ہیں دیدوں میں لے عزیزدا
 اس میں نہیں مرؤت ہم نے سنا یہی ہے
 دے کر نجات دُمکھی پھر چھینتا ہے سب سے
 کیسا ہے وہ دیاؤ جس کی عطا یہی ہے
 ایشر بنا ہے مُنہ سے خالق نہیں کسی کا
 زمینیں ہیں سب اُنادی پھر کیوں خدا یہی ہے
 زمینیں اگر نہ ہوتیں ایشر سے کچھ نہ بنتا
 اس کی حکومتوں کی ساری بنا یہی ہے
 اُن کا ہی مُنہ ہے تکتا ہر کام میں جو چاہے
 گویا وہ بادشہ ہیں اُن کا گدا یہی ہے
 الققہ آریوں کے دیدوں کا یہ حُدا ہے
 اُن کا ہے جس پہ تکیہ وہ بے ثواب یہی ہے
 لے آریو! کہو اب ایشر کے ہیں یہی گن
 جس پر ہونا کر تے بولو وہ کیا یہی ہے

دیدوں کو شرم کر کے تم نے بہت پھپھایا
 آخر کو راز بستہ اُس کا کھلا یہی ہے
 قدرت نہیں ہے جس میں وہ خاک کا ہے الیشر
 کیا دینِ حق کے آگے زور آزما یہی ہے
 کچھ کم نہیں بُتوں سے یہ ہندوؤں کا الیشر
 سچ پو پھنے تو واحد بُت دوسرا یہی ہے
 ہم نے نہیں بنائیں یہ اپنے دل سے باتیں
 دیدوں سے اے عزیزو ہم کو بلا یہی ہے
 فطرت ہر اک بشر کی کرتی ہے اس سے نفرت
 پھر آریوں کے دل میں کیونکر بُنا یہی ہے
 یہ مُکھم وید کے ہیں جن کا ہے یہ نمونہ
 دیدوں سے آریوں کو حاصل ہوا یہی ہے
 خوش خوش غل ہیں کرتے ادبِ سارے اس پر
 سارے نیوگیوں کا اک آئینہ یہی ہے

لے یا دوسرے کہ وید کی تعلیم سے لڑھکاری اچھوڑ دے تعلیمیں اور وہ اصول ہیں جن کو آریہ لوگ اب تک عابر کرتے ہیں اور
 کہتے ہیں کہ نیوگ کی تعلیم وید میں موجود ہے اور بقول اُنکے وید بلند آواز سے کہتا ہے کہ جس کے گھر میں اولاد نہ
 ہو یا صرف لڑکیاں ہوں تو اس کیلئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اپنی بیوی کو اجازت دے کہ وہ اس سے
 ہم بستری ہو اور اس طرح اپنی نجات کے لیے لڑکا حاصل کرے اور گیارہ لڑکے حاصل کرے تب تک یہ غلطی قائم رہے
 سکتا ہے اور اس کا نادمہ کیس مغرب میں گیا ہو تو خود اس کی بیوی نیوگ کی نیست کسی دوسرے آدمی سے آشنا
 کا تعلق پیدا کر سکتی ہے تا اس طریق سے اولاد حاصل کرے اور پھر نادمہ کے سفر سے واپس آئے پر یہ شخص اس
 کے آگے پیش کرے اور اُس کو دکھا دے کہ تو تو مال مائل کرنے گیا تھا، مگر میں نے تیرے پیچھے یہ مال کیا ہے

پھر کس طرح وہ انہیں تعلیم پاکِ مُشرقاں
 اُن کے تو دل کا رہبر اور مُقتدا یہی ہے
 جب ہو گئے ہیں مُلزم اُترے ہیں گالیوں پر
 ہاتھوں میں مابوں کے سنگِ جھایا یہی ہے
 رکتے نہیں ہیں ظالم گال سے ایسا دم بھی
 ان کا تو شغل دیتِ صُبح و مسا یہی ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷: پس عقل اور غیرت انسانی تجویز نہیں کرتی یہ بے شرعی کا طریق جائز ہو سکے اور کیونکر جائز ہو؟
 حالانکہ اس پروری نے خداوند سے طلاق حاصل نہیں کی اور اس کی قیدِ نکاح سے اُس کو آزادی حاصل نہیں ہوتی۔
 افسوس بلکہ ہزار افسوس کہ یہ وہ باتیں ہیں جو آریہ لوگ وید کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ
 درحقیقت یہی تعلیم دیدک ہے۔ ممکن ہے ہندوؤں کے بعض جوگی جو مجبور رہتے ہیں اور اندر ہی اندر نفسانی جذبات
 ان کو منسوب کر لیتے ہیں انہوں نے یہ باتیں خود بنا کر وید کی طرف منسوب کر دی ہوں یا تحریف کے طور پر ویدوں
 میں شامل کر دی ہوں، کیونکہ متحقیق ہندوتوں نے لکھا ہے کہ ایک زمانہ ویدوں پر وہ بھی آیا ہے کہ ان میں بڑی تحریف
 کی گئی ہے اور ان کے بہت سے پاک مسائل بدلا دیے گئے ہیں؛ اور عقل قبول نہیں کرتی کہ وید سے ایسی تعلیم دی
 ہو اور نہ کوئی فطرتِ سمجھ قبول کرتی ہے کہ ایک شخص اپنی پاکدامنی پر بیوی کو بغیر اس کے کہ اس کو طلاق دیکر شرعی طور پر
 اُس سے قطع تعلق کرے۔ یونہی اولاد حاصل کر لے کیلئے اپنے ہاتھ دوسرے سے ہم بستہ کر لے۔ کیونکہ یہ تو دھوٹوں کا کام ہے
 ہاں اگر کسی عورت نے طلاق حاصل کر لی ہو اور خداوند سے اس کا کوئی تعلق نہ رہا ہو تو اس صورت میں ایسی
 عورت کے لیے جائز ہے کہ دوسرے سے نکاح کرے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور نہ اس کی پاکدامنی پر
 حرف؛ اور نہ ہم ہندو آواز سے کہتے ہیں کہ نوگ کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔

پس صورت میں آریہ سماج کے لوگ ایک طرف تو عورت کے پردہ کے مخالفت ہیں کہ یہ سٹیلانوں کی رسم
 ہے۔ پھر دوسری طرف جبکہ ہر روز نوگ کا پاک مسئلہ ان عورتوں کے کانوں تک پہنچا رہتا ہے اور ان عورتوں
 کے دلوں میں جما ہوا ہے کہ ہم دوسرے مردوں سے بھی ہم بستہ ہو سکتی ہیں، تو ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ ایسی
 باتوں کے سُنے سے خاص کر جبکہ ویدوں کے حوالے سے بیان کی جاتی ہیں کس قدر ناپاک شواہت عورتوں کی جوش
 میں لگی بلکہ وہ توں قدم اور بھی آگے بڑھیں گی اور جبکہ پردہ کا پل بھی ٹوٹ گیا تو ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ ان ناپاک

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کنے کو دید واسے پر دل میں سب کے کاے
 پزودہ اُٹھا کے دیکھو ان میں مٹرا یہی ہے
 فطرت کے ہیں دندے مُردار ہیں نہ دندے
 ہر دم زباں کے گندے قہرِ خدا یہی ہے
 دینِ خدا کے آگے کچھ بن نہ آئی آخر
 سب گالیوں پہ اترے دل میں اُٹھایا یہی ہے
 شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں اُن کے ہرگز
 وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا یہی ہے

۷۸۔ اگر ایسے لوگ بھی ان میں ہیں جو خدا کے پاک نبیوں کو گالیاں نہیں دیتے اور صلاحیت اور شرافت رکھتے
 ہیں وہ ہمارے اس بیان سے باہر ہیں۔ ۷۹۔ منہ
 ۷۹۔ یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اُن آریہ سماج والوں کی نسبت ہے جنہوں نے اپنے اشتہاروں اور رسالوں اور
 اخباروں کے ذریعے سے اپنی گندی طبیعت کا ثبوت دیدیا ہے اور ہزار ہا گالیاں خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کو دی ہیں
 جن کی اخبار اور کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، مگر شریفِ مع لوگ اب تک ہماری مُراد نہیں ہیں۔ اور نہ وہ ایسے طریق
 کو پسند کرتے ہیں۔ منہ ۷۹

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۔ ۷۹۔ شوقوں کا سیلاب کہاں تک غارت خرابی کرے گا! چنانچہ ملین تانہ اور
 بنارس اور کئی جگہ میں اسکے نوٹے بھی موجود ہیں۔ کاش! اس قوم میں کوئی سمجھدار پیدا ہو!
 اور میں یہ بھی سمجھ نہیں آتا کہ کتنی حاصل کرنے کیلئے اولاد کی ضرورت کیوں ہے؟ کیا ایسے لوگ جیسے پنڈت
 دیانند تھاکر جی نے شادی نہیں کی اور نہ کوئی اولاد ہوئی کتنی سے محروم ہیں؟ اور ایسی کتنی پر تو لعنت بھیجا چاہیے
 کہ اپنی عورت کو دوسرے سے ہمبستر کر کر اور ایسا فعل اس سے کر کر جو عام دنیا کی نظریں زنا کی صورت میں ہی محال
 ہو سکتی ہے اور مجر اس ناپاک فعل کے اور کوئی ذریعہ اس کی تکلیف کا نہیں۔ اور یہ بھی ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جو ہزاروں
 طاقتیں اور قوتیں اور خفایتیں، دھول اور ذرات اجسام میں ہیں وہ سب قدیم سے خود بخود ہیں پریشتر سے وہ حاصل
 نہیں ہوئیں۔ پھر ایسا پریشتر کس کام کا ہے اور اس کے وجود کا ثبوت کیا ہے؟ اور کیا وجہ کہ اس کو پریشتر کہا جائے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸۔ پر

ہم نے ہے جس کو مانا قادر ہے وہ توانا
 اُس نے ہے کچھ دکھانا اس سے رجایی ہے
 ان سے دوچار ہونا عزت ہے اپنی کھونا
 ان سے ملاپ کرنا راہِ ریا یہی ہے
 بس اے مرے پیارو! عبتیٰ کو مت بارو
 اس دیں کو پاؤ یارو بدُالذبتے یہی ہے
 میں ہوں ستم رسیدہ اُن سے جو میں رمیدہ
 شاہد ہے آبِ دینِ واقف بڑا یہی ہے
 میں دل کی کیا سناؤں کس کو یہ غم بناؤں
 دکھ درد کے ہیں جھگڑے مجھ پر بلا یہی ہے

اور کامل اعانت کا وہ کیونکر سہی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی پرورش کامل نہیں اور جن طاقتوں کو اُس نے آپ نہیں بنایا
 اُن کا علم اُس کو کیونکر ہے ؟ اور جبکہ وہ ایک رُوح کے پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا تو کُن معنوں سے اس کو
 سرسبکتی مان کسا جاتا ہے جبکہ اس کی شکست صرف جوڑنے تک ہی محدود ہے۔ میرا دل تو یہی گواہی دیتا ہے کہ یہ ناپاک
 تعلیمیں دید میں ہرگز نہیں ہیں۔ پر میسر تو بھی پر میسر رہ سکتا ہے جبکہ ہر ایک فیض کا وہی مسبار ہو۔ ویدانت والوں
 نے بھی اگرچہ غلطیاں کی ہیں مگر معنوی سی اصلاح سے ان کا مذہب قابلِ اعتراف نہیں رہتا۔ مگر دیانند کا مذہب تو
 سراسر گندہ معلوم ہوتا ہے کہ دیانند نے ان ٹھوٹے فلسفیوں اور منطقوں کی پیروی کی ہے جن کو وید سے کچھ بھی تعلق نہ
 تھا بلکہ وید کے ذرہ پر وہ کتے دشن تھے۔ اسی وجہ سے ان کے مذہب میں پر میشر کی وہ تعظیم نہیں جو ہونی چاہیے اور نہ
 پاک دل جو گویوں کی طرح پر میشر سے ہٹنے کے لیے مجاہدات کی تعلیم ہے۔ صرف تعصب اور خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں
 سے کینہ اور گالیاں دینا ہی یہ شخص بد نصیب اپنے چیلوں کو سکھا گیا ہے۔ بلکہ یوں کو کرنا ایک زہر کا پیالہ پلا گیا ہے۔
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارا سب اعراض دیانند کے فرضی دیدوں پر ہے نہ خدا کی کسی کتاب پر۔

دیں کے غموں نے مارا اب دل بے پارہ پارہ
 ولسر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے
 ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے
 اس یار کی نظر میں شرط وفا یہی ہے
 برباد جائیں گے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم
 رونے سے لائینگے ہم دل میں رجا یہی ہے
 وہ دن گئے کہ راتیں کتنی تھیں کر کے باتیں
 اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھایں ہے
 جلد آ پیارے ساتی اب کچھ نہیں ہے باقی
 دے شربتِ تملاتی حرص و ہوا یہی ہے
 شکرِ خداۓ رحماں! جس نے دیا ہے قرآن
 غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
 کیا دمف اس کے کنا ہر حرف اس کا گنا
 ولسر بُست ہیں دیکھے دل بے گیا یہی ہے
 دیکھی ہیں سب کتابیں مجھل ہیں جیسی خواہیں
 خالی ہیں اُن کی قایم خوانِ صدیٰ یہی ہے
 اُس نے خدا ملایا وہ یار اُس سے پایا
 راتیں تھیں جتنی گزریں اب دن چڑھا یہی ہے
 اُس نے نشان دکھائے طالبِ سبھی بلائے
 سوتے ہوئے جگائے بس حق نما یہی ہے

پہلے صحیفے سارے لوگوں نے جب بگائے
 دُنیا سے وہ سدھارے نوشہ نیا یہی ہے
 کہتے ہیں حُسنِ یوسف دُکُش بہت تھا لیکن
 خُوبی و دُلبری میں سب سے سوا یہی ہے
 یوسف تو سن چُکے ہو اک چاہ میں گرا تھا
 یہ چاہ سے بنگالے جس کی صدا یہی ہے
 اسلام کے محاسن کیونکر بیاں کروں میں
 سیبِ خشک باغ دیکھے پھولا پھلا یہی ہے
 ہر جاذبِ کے کیزے دیں گے ہونے میں دشمن
 اسلام پر خدا سے آج ابستلا یہی ہے
 مَتم جاتے ہیں کچھ آنسو یہ دیکھ کر کہ ہر سو
 اس غم سے سادقوں کا آہ و بکا یہی ہے
 سب مُشرکوں کے سر پہ یہ دیں گے ایک خنجر
 یہ شہرک سے چھڑائے ان کو آذنی یہی ہے
 کیوں ہو گئے ہیں اس کے دشمن یہ سارے گمراہ
 وہ رہنما ہے رازِ پُخُون و چُرا یہی ہے
 دیں غار میں چُھپا ہے اک شورِ کُفر کا ہے
 اب تم دُعائیں کرو غارِ حِرا یہی ہے
 وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نورِ سارا
 نام اُس کا ہے مُحَمَّد دُلبَرِ برا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
 یک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
 پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
 اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدبے یہی ہے
 پہلے تو رہ میں ہمارے پار اُس نے ہیں اُمارے
 میں جاؤں اُس کے وارھے بس ناخدا یہی ہے
 پردے جو تھے بتائے اند کی رہ دکھائے
 دل یار سے بلائے وہ آشنا یہی ہے
 وہ یارِ لامکانی ، وہ دلبرِ نہانی
 دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہ نما یہی ہے
 وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلین ہے
 وہ قیّوب و آیین ہے اُس کی شہنشاہی ہے
 حق سے جو حکم آئے سب اُس نے کر دکھائے
 جو راز تھے بتائے نعم العطاء یہی ہے
 آنکھ اسکی دُور ہیں ہے دل یار سے قریں ہے
 ہاتھوں میں شمع دیں ہے عینُ الضیاء یہی ہے
 جو راز دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
 دولت کا دینے والا سراں روا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
 وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
 وہ دبسرِ یگانہ دلوں کا ہے خزانہ
 باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
 سب ہم نے اُس سے پایا شامد ہے تُو غُلیا
 وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
 ہم تھے دلوں کے اندھے سُو دلوں میں پھنکے
 پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے
 اے میرے رب رحمتِ تیرے ہی میں یہ احساں
 شکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے
 اے میرے یارِ جانی ! خود کر تو مہربانی
 ورنہ بلاتے دُنیا اک اڑدھا یہی ہے
 دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
 قراں کے گرد گھوموں کبہ مرا یہی ہے
 جلد آ مرے سہارے غم کے ہیں بوجھ بجائے
 منہ مت چھپا پیارے میری دوا یہی ہے

لے جندے سے مراد اس جگہ نفس ہے چونکہ اس جگہ کوئی شاعری دکھلانا منظور نہیں اور نہ ہی یہ نام اپنے لیے
 پسند کرتا ہوں۔ اسلئے بعض جگہ میں نے پنجابی الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور یہیں صرف اُردو سے کچھ غرض نہیں مل
 مطلب اہر حق کو دلوں میں ڈالنا ہے شاعری سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ منہ ۛ

کہتے ہیں جوش اُفت کیاں نہیں ہے رہتا
 دل پر مرے پیارے ہر دم گھٹا یہی ہے
 ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دبیر
 جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے
 دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
 معشوق ہے تو میرا عشق صفا یہی ہے
 مُشتِ غبار اپنا تیرے لیے اڑایا
 جب سے سنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے
 دبیر کا درد آیا حرفِ خودی بٹایا
 جب میں مرا جلایا جامِ بقا یہی ہے
 اس عشق میں معائب سوسو ہیں ہر قدم میں
 پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے
 حرفِ وفا نہ چھوڑوں اس عہد کو نہ توڑوں
 اس دبیر ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے
 جب سے بلا وہ دبیر دشمن ہیں میرے گھر گھر
 دل ہو گئے ہیں پتھرِ قدر و قضا یہی ہے
 مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
 تیغ و تبر دکھاتے ہر سو ہوا یہی ہے
 دبیر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
 ہشیار ساری دُنیا اک بادلا یہی ہے

اِس رہ میں اپنے قہقہے تم کو میں کیا سُناؤں
 دُکھ دُرد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے
 دل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اک نغمہ سارہ
 دیوانہ مت کہو تم عقل رسا یہی ہے
 اے میرے یارِ جانی! کر خود ہی مہربانی
 مت کہہ کہ لَنْ تَزَاوِیَ تَجھ سے رجا یہی ہے
 فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جاں کنی ہے
 عاشق جہاں پہ مرتے دُہ کربلا یہی ہے
 تیری وفا ہے پوری ہم میں ہے عیبِ دُوری
 طاعت بھی ہے اُدھوری ہم پر بلا یہی ہے
 تجھ میں وفا ہے پیارے پتھے ہیں عہد سارے
 ہم جا پڑے کنارے جاتے بُکا یہی ہے
 ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخصتہ ڈالا
 پر تو بے فضل دالا ہم پر کھلا یہی ہے
 اے میرے دل کے دریاں بہراں ہے تیرا سوزاں
 کہتے ہیں جس کو دوزخ دُہ جاں گزا یہی ہے
 اک دیں کی آفتوں کا غم کھا گیا ہے مجھ کو
 سینہ پہ دُشمنوں کے پتھر پڑا یہی ہے
 کیونکر تہہ دُہ ہووے کیونکر فنا وہ ہووے
 ظالم جو حق کا دُشمن دُہ سوچتا یہی ہے

ایسا زمانہ آیا جس نے غضب ہے دسیا
 جو بیستی ہے دیں کو وہ آسیا یہی ہے
 شادابی و لطافت اس دیں کی کیا کموں میں
 سب ٹھک ہو گئے ہیں پھولا پھلا یہی ہے
 آنکھیں ہر ایک دیں کی بے نور ہم نے پائیں
 سرمہ سے معرفت کے اک سرمہ سا یہی ہے
 لعل یں بھی دیکھے دُورِ عدن بھی دیکھے
 سب جو ہروں کو دیکھا دل میں چچا یہی ہے
 احماد کر کے اس سے پچھتاؤ گے بُہت تم
 بنتا ہے جس سے سونا وہ یکسا یہی ہے
 پر آریوں کی آنکھیں اندھی ہوئی ہیں ایسی
 وہ گالیوں پہ اترے دل میں پڑا یہی ہے
 بدتر ہر ایک بد سے وہ ہے جو بد زباں ہے
 جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا یہی ہے
 گو ہیں بُہت دہندے انساں کی پوشیں میں
 پاؤں کا نغول جو پیوے وہ بھیڑیا یہی ہے
 کس دیں پہ ناز ان کو جو دُشمن کے ہیں حامی
 مذہب جو پھل سے خالی وہ کھوکھلا یہی ہے

لے یاد رہے کہ دید پر ہمارا کوئی حملہ نہیں ہے ہم نہیں جاننے لگا کہ اس تفسیر میں کیا کیا تصرف کیے گئے آریہ دُور

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اے آریو! یہ کیا ہے کیوں دل بگڑ گیا ہے
 ان شوخیوں کو چھوڑو راہِ حیا یہی ہے
 مجھ کو ہو کیوں ستاتے سو انسترا بناتے
 بہتر تھا باز آتے دُور از بلا یہی ہے
 جس کی دُعا سے آخر یکھو مرا تھا کٹ کر
 ماتم پڑا تھا گھر گھر وہ میرزا یہی ہے
 اچھا نہیں ستانا پاکوں کا دل دُکھانا
 گستاخ ہوتے جانا اس کی جزا یہی ہے
 اس دین کی شان و شوکت یا رب مجھے دکھائے
 سب جھوٹے دین بٹائے میری دُعا یہی ہے
 کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
 اس دُعب سے کوئی سمجھے بس تمنا یہی ہے



(بعینہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

کے مددِ ہندوستان کے قیام کا دیدول پر ہی انحصار رکھتے ہیں حالانکہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور باہم ان کا
 سخت اختلاف ہے پس ہم ابجد وید سے مراد صرف آریہ سماج والوں کی شائع کردہ ٹیلیس اور مٹول لیتے ہیں جنہ
 لے پنڈت لیکھ رام

اکیوں سے خطاب

عزیزو دوستو! بھائیو! سُنو بات
 ہیں کچھ یکیں نہیں تم سے پیارو
 اگر کھینچے کوئی کینے کی تلوار
 غرض پشہ و نصیحت ہے نہ کچھ اور
 کہ اگر ایشر نہیں رکھتا یہ طاقت
 تو پھر اس پر خدائی کا گماں کیا
 کہاں کرتی ہے عقل اس کو گوارا
 وگر تم خالص اس کو مانتے ہو
 بے لایم خود کو انصاف سے صاف
 کہ کر سکتا نہیں اک جاں کو پیدا
 نہ اُن بن چل سکے اس کی خدائی
 نظر سے اس کے ہوں محبوب مکھنوم
 معاذ اللہ! یہ سب باطل گماں ہے
 اگر بھولے رہے اس سے کوئی جاں
 پیارو! یہ روا ہرگز نہیں ہے

خدا بخشنے تمہیں عالی خیالات
 نہ یکیں کی بات ہے تم خود پچارو
 تو اس سے کب بٹے پھڑا ہوا یار
 خدا کے واسطے تم خود کرو غور
 کہ اک جاں بھی کرے پیدا بقدرت
 وگر قدرت بھی پھر وہ ناتواں کیا
 کہ بن قدرت ہوا یہ جگت سارا
 تو پھر اب ناتواں کیوں جانتے ہو
 کہ ایشر کے یہی لائق ہیں اوصاف
 نہ اک ذرہ ہوا اس سے ہویدا
 نہ اُن بن کر سکے زور آزمائی
 نہ ہو تعداد تک بھی اس کو معلوم
 وہ خود ایشر نہیں جو ناتواں ہے
 تو پھر ہو جاوے اس کا ملک ویراں
 خدا وہ ہے جو رب العالمین ہے

یہ ایسی بات مُنہ سے مت نکالو
 اگر ہر ذرہ اس بن خود عیاں ہو
 اگر خالق نہیں رُوحوں کی وہ ذات
 خدا پر عجز و نقصاں کب روا ہے
 اگر اس بن بھی ہو سکتی ہیں اشیاء
 اگر سب شے نہیں اس نے بنائی
 اگر اس میں بنانے کا نہیں زور
 وہ ناکامل خدا ہو گا کہاں سے
 ذرا سوچو کہ وہ کیسا خدا ہے
 سدا رہتا ہے ان رُوحوں کا محتاج
 چسے حاجت رہے غیروں کی دن رات
 جب اس نے ان کی گنتی بھی نہ جانی
 اگر آگے کو پسیدائش ہے سب بند
 کہ جس دم پا گئی مُمکتی ہر اک جاں
 کہاں سے لائے گا وہ دوسری رُوح
 غرض جب سب نے اس مُمکتی کو پایا
 مناسخ اڑ گیا آئی قیامت
 عزیز و کچھ نہیں اس بات میں جاں
 بہت ہم نے بھی اس میں زور مارا
 مگر ہمتی نہیں کوئی بھی بُرہاں

خطا کرتے ہو ہوش اپنے سنبھالو
 تو ہر ذرہ کا وہ مالک کہاں ہو
 تو پھر کا ہے کی ہے قادر وہ ہمسات
 اگر ہے دیں یہی پھر کُفر کیا ہے
 تو پھر اس ذات کی حاجت رہی کیا
 تو بس پھر ہو چکی اس سے خُدائی
 تو پھر اتنا خُدائی کا ہے کیوں شور
 کہ عاجز ہو بنانے جسم و جاں سے
 کہ جس سے جگت رُوحوں کا جُدا ہے
 انہیں سب کے سہاے پر کرے راج
 بھلا اس کو خدا کہنا ہی کیا بات
 کہاں من من کا ہو انتر گیسائی
 تو پھر سوچو ذرا ہو کے بخرو مُند
 تو پھر کیا رہ گیا ایشر کا ساماں
 کہ تا قدرت کا ہو پھر باب مفتوح
 تو ایشر کی ہوتی سب ختم مایا
 کرو کچھ فکر اب حضرت سلامت
 اگر کچھ ہے تو دکھلاؤ مُسیداں
 خیالستان کو جانچا ہے سارا
 بھلا پچ کس طرح ہو جائے ہتال

نہ ہو گا کوئی ایسا مٹ زریں پر کہ یہ باتیں کہے جاں آفریں پر
 دُعا کرتے رہو ہر دم پیارو ہدایت کے لیے حق کو پکارو
 دُعا کرنا عجب نعمت ہے پیارے دُعا سے آگے کشتی کنارے
 اگر اس نخل کو طالب لگائے تو اک دن ہو رہے برتھانہ جائے
 ہمارا کام تھا وعظ و منادی سو ہم سب کر چکے واللہ ہادی

انذاعلم مرزا غلام احمد ریس قادیان

اشامن من الشہداء بارک المحرم بآراءہمذہبجمع المؤمنین ۱۲۹۵ھ ہجری المقدس علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام



لے منشور محمدی ہنگوڑ ۱۲۹۵ھ - مطابق ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ

الحکم جلد ۷ - ۲۸ مئی ۱۹۲۲ء والفضل ۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء

غیرتِ اسلامی کو اپیل

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال دل میں اُٹھتا ہے مرے سو سو اُبال
اس قدر کہین و تعصب بڑھ گیا جس سے کچھ ایساں جو تھا وہ مٹر گیا
کیا یہی تقویٰ یہی اسلام تھا
جس کے باعث سے تمہارا نام تھا



توبہ سے عذاب ٹل جاتا ہے

کیا تفرع اور توبہ سے نہیں ٹلتا عذاب کس کی یہ تعلیم ہے دکھلاؤ تم مجھ کو شتاب
اے عزیزو! اس قدر کیوں جو گئے تم بے حیا کلہ گویا کچھ تو لازم ہے تمہیں خوفِ خدا



اللہ تعالیٰ کو خاکساری پسند ہے

الہی بخش کے کیسے تھے یہ تیر کہ آخر ہو گیا اُن کا وہ پنجیسر
 اُسی پر اس کی لعنت کی پڑی مار کوئی ہم کو تو بھما دے یہ اسرار
 مہجتر سے نہیں ملتا وہ دلدار بے جو خاک سے اُس کو بے یار
 کوئی اس پاک سے جو دل لگا دے کرے پاک اُس کو تب اُس کو پا دے
 پسند آتی ہے اُس کو خاکساری تزلزل ہے رہ درگاہ باری
 عجب ناداں ہے وہ مغرور و مگراہ کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ

بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
 مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے



اتمامِ حجت

نشان کو دیکھ کر انکار کب ہم پیش جائے گا
 ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آئیواں ہے
 یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
 تری اک روز لے گتاخِ شامت آئیواں ہے
 ترے مکروں سے لے جاؤں امرانقصاں نہیں بڑے
 کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آئیواں ہے
 اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدلے جو میں کتا ہوں
 کہ عزت مجھ کو اور تجھ پر ملامت آئیواں ہے
 بُٹ بڑھ بڑھ کے باتیں کی ہیں تو نے اور چھپایا حق
 مگر یہ یاد رکھ اک دن بدمست آئیواں ہے
 خدا رُوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
 سُناوے مُنکر و اب یہ کرامت آئیواں ہے
 خدا ظاہر کرے گا اک نشان پُر رُعب و پُر نیبیت
 دلوں میں اس نشان سے استقامت آئیواں ہے
 خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
 مری خاطر خدا سے یہ ملامت آنے والی ہے

انذار و تبشیر

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آسکے دن
 زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
 تم تو ہو آرام میں، پر اپنا قصہ کیا کہیں
 پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت بھرانے کے دن
 کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلوا!
 ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے بھٹلانے کے دن
 غیر کیا جانے کہ غیرت اسکی کیا دکھلائے گی
 خود بتائے گا انھیں وہ یار بتلانے کے دن
 وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشان کی بیخ بار
 یہ خدا کا قول ہے بکھو گے سمجھانے کے دن
 غلابو! تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
 اُس برے محبوب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن

وہ ٹھہری آتی ہے جب میں پکاریں گے مجھے
 اب تو تمہارے رہ گئے دہال کھلانے کے دن
 اسے ہرے پیارے! یہی میری دُعا ہے روزِ شب
 گود میں تیری ہوں ہم اس خونِ دل کھانے کے دن
 کرمِ خاکِ ہوں ہرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
 فضل کا پانی پلا اس آگِ برسانے کے دن
 اے ہرے یارِ یگانہ! اے ہری جاں کی پناہ!
 کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن
 پھر بہارِ دیں کو دکھلا اے ہرے پیارے قدیر!
 کب تک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بھکانے کے دن
 دنِ چرما ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر ات ہے
 اے ہرے سوج دکھا اس دیں کے چکانے کے دن
 دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زہرِ وزیر
 اک نظرِ فرما کہ جلد آئیں ترے آنے کے دن
 چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے عزم سے رہا
 کب تک لمبے چلے جائیں گے ترسانے کے دن
 کچھ خبرے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
 کیا ہرے دلدار تو آئے گا مرجانے کے دن
 ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
 آگے اس باغ پر اے یارِ مرجانے کے دن

تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
 ورنہ میں میت ہے اور یہ دن میں دفنانے کے دن
 اک نشان دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشان
 دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد مٹھرانے کے دن
 میرے دل کی آگ نے آئینہ دکھایا کچھ اثر
 آگئے ہیں اب زمیں پر آگ مہرکانے کے دن
 جب سے میزے ہوش غم سے دیں کے ہیں جلتے ہے
 طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن
 چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دُور داغ کسوف
 پھر زمیں بھی ہو گئی بے تاب تھرانے کے دن
 کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
 لرزہ آیا اس زمیں پر اُس کے چلانے کے دن
 صبر کی طاقت جو تھی مجھ میں وہ پیارے اب نہیں
 میرے دلیر اب دکھا اس دل کے بھلانے کے دن
 دوستو اُس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
 آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرنے کے دن
 اک بڑی مدت سے دیں کو کھنسر تھا کھاتا رہا
 اب یقین سمجھو کہ آئے کُفر کو کھانے کے دن
 دن بُہت ہیں سخت اور خوف و خطر درپیش ہے
 پر یہی ہیں دوستو اُس یار کے پانے کے دن

دیں کی نصرت کے لیے اک آسماں پر شور ہے
 اب گیا وقت غزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن
 چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
 اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گانے کے دن
 خدمت دیں کا تو کھینچے ہو بغض و کین سے وقت
 اب نہ بائیں ہاتھ سے لوگو! یہ پکھٹانے کے دن



ایک دفعہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ حکیم صاحبہ نے پچھن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ان کے بھائی صاحبزادہ مرزا مبارک احمد درحوم ان سے ناراض ہو گئے ہیں اور کسی طرح راضی نہیں ہو رہے۔ حضورؐ نے جو اس وقت ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر دیئے جو حضرت نواب مبارکہ حکیم نے صاحبزادہ صاحب کے سامنے پڑھ دیئے تو وہ خوش ہو گئے۔

روایت حکیم دین محمد صاحب۔ رجسٹر روایات جلد ۴ صفحہ ۷۷۔

مبارک کو میں نے ستایا نہیں
 کبھی میرے دل میں یہ آیا نہیں
 میں بھائی کو کیونکر ستا سکتی ہوں
 وہ کیا میری اماں کا جایا نہیں
 الہی خطا کر دے میری معاف
 کہ تجھ بن تو رب البسرایا نہیں!



روحِ مزارِ میرزا مبارک احمد

(نوشتہ ماہ ستمبر ۱۹۷۶ء)

جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
 وہ آج ہم سے جدا ہوا ہے ہمارے دل کو خراب بنا کر
 کہا کہ آتی ہے زیند بھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن
 کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر
 برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اُسے بلایا
 بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہلے دل تو جاں نذا کر



”جا مبارک تجھے فردوسِ مبارک ہووے“



۱۔ میں جو غلامِ احمد نام خدا کا مسیح موعود ہوں۔ مبارک احمد جس کا اوپر ذکر ہے میرا رزق کا تھوڑا
 بتاریخ ۱۲ شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۰۶ء بروز دوشنبہ بوقت نمازِ مشبح وفات پا کر الہامی پیشگوئی
 کے موافق اپنے خدا کو جا ملا کیونکہ خدا نے میری زبان پر اسکی نسبت فرمایا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ سے
 دُنیا میں کیا سپرد چھوٹی عمر میں ہی خدا کی طرف واپس جاسے گا۔ ۱۲۔ منہ

بمطابق روایت حضرت میر محمد اسماعیل صاحب (سیرت المدی حصہ ۳۰ روایت نمبر ۵۲۸)

۲۔ خطباتِ محمود جلد اول ص ۲۳ خطبہ عید الفطر فرمودہ حضرت مصلح موعودؑ مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۲۳ء۔ قادیان

محاسنِ قرآنِ کریم

ہے شکر ربِّ عزوجل خارج از بیاں
 جس کے کلام سے ہمیں اس کا بلا نشان
 وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
 ہو گئی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
 اس سے ہمارا پاک دل وسیع ہو گیا
 وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہو گیا
 اُس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
 ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دل بدل دیا
 اُس سے خدا کا چہرہ نمودار ہو گیا
 شیطان کا مکر و دوسرے بے کار ہو گیا
 وہ رہ جو ذاتِ عزوجل کو دکھاتی ہے
 وہ رہ جو دل کو پاک و منظرِ بقی ہے

وہ رہ جو یابِ گم شدہ کو کیسے لاتی ہے
 وہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
 وہ رہ جو اس کے ہونے پر محکم دلیل ہے
 وہ رہ جو اُس کے پانے کی کال بیل ہے
 اُس نے ہر ایک کو دُہی رستہ دکھا دیا
 جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا
 افسردگی جو سینوں میں تھی دُور ہو گئی
 فطرت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہو گئی
 جو دُور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے
 چلنے لگی نسیمِ عنایاتِ یار سے
 جاڑے کی رُتِ ظُور سے اس کے پٹ گئی
 عشقِ فدا کی آگ ہر اک دِل میں اُٹ گئی
 جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے
 پھلِ اس قدر پڑا کہ وہ میوؤں سے لد گئے
 موجوں سے اُسکی پردے داس کے پھٹ گئے
 جو کفر اور فسق کے بیٹے تھے کٹ گئے
 قرآنِ فدا نما ہے خدا کا کلام ہے !
 بے اس کے معرفت کا چمنِ ناتمام ہے
 جو لوگ شک کی سردیوں سے تھر تھرتے ہیں
 اس آفتاب سے وہ عجب دُھوپ پاتے ہیں

دُنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
 سب قلعہ گو ہیں نورِ نہیں ایک ذرہ بھر
 پر یہ کلام نورِ خدا کو دکھاتا ہے
 اُس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لگا ہے
 جس دین کا صرف قلعوں پہ سارا دار ہے
 وہ دین نہیں ہے ایک فسانہ گزار ہے
 سچ پوچھئے تو قلعوں کا کیا اعتبار ہے
 قلعوں میں جھوٹ اور خطا بے شمار ہے
 ہے دین وہی کہ صرف وہ اک قلعہ گو نہیں
 زندہ نشانوں سے ہے دکھاتا رہ یقیں
 ہے دین وہی کہ جس کا خدا آپ ہو عیاں ہے
 خود اپنی قدرتوں سے دکھائے کہ ہے کہاں
 جو معجزات سُنتے ہو قلعوں کے رنگ میں
 اُن کو تو پیش کرتے ہیں سب بحث و جنگ میں
 جتنے ہیں فرقتے سب کا یہی کاروبار ہے
 قلعوں میں مُعجزوں کا بسیاں بار بار ہے
 پر اپنے دین کا کچھ بھی دکھاتے نہیں نشان
 گویا وہ رب ارض و سما اب ہے ناتواں
 گویا اب اس میں طاقت و قدرت نہیں رہی
 وہ سلطنت، وہ زور، وہ شوکت نہیں رہی

یا یہ کہ اب خدا میں وہ رحمت نہیں رہی
 نیت بدل گئی ہے وہ شفقت نہیں رہی
 ایسا گناہم خطا ہے کہ وہ ذات پاک ہے
 ایسے گناہ کی لوبتِ احسن ہلاک ہے
 سچ ہے یہی کہ ایسے مذاہب ہی مر گئے
 اب ان میں کچھ نہیں ہے کہ جاں سے گدگد گئے
 پابند ایسے دینوں کے دنیا پرست ہیں
 نافل ہیں ذوقِ یار سے دنیا میں مست ہیں
 مقصود ان کا بچنے سے دنیا کھانا ہے
 مومن نہیں ہیں وہ کہ قدمِ فاسقانہ ہے
 تم دیکھتے ہو کیسے دلوں پر ہیں ان کے زنگ
 دنیا ہی ہو گئی ہے غرض دیں سے آئے تنگ
 وہ دیں ہی چیز کیا ہے کہ جو رہنما نہیں
 ایسا خدا ہے اس کا کہ گویا خدا نہیں
 پھر اس سے سچی راہ کی عظمت ہی کیا رہی
 اور خاص وجہِ صفوتِ بخت ہی کیا رہی
 نورِ خدا کی اس میں علامت ہی کیا رہی
 توحیدِ خشک رہ گئی نعمت ہی کیا رہی
 لوگو سنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
 جس میں ہمیشہ عادتِ قدرتِ نما نہیں

مُردہ پرست ہیں وہ جو قہقہہ پرست ہیں
 پس اس لیے وہ مؤذِبِ ذِلّ و مُکِت ہیں
 بن دیکھے دل کو دوستو اپڑتی نہیں ہے کل
 قہقہوں سے کیسے پاک ہو یہ نفسِ پُر غل
 کچھ کم نہیں یہودیوں میں یہ کھانیاں
 پر دیکھو کیسے ہو گئے شیطان سے ہم غاں
 ہر دم نشانِ تازہ کا محتاج ہے بشر
 قہقہوں کے مُعجزات کا ہوتا ہے کب اثر
 کیونکر ملے فسافوں سے وہ دُسرِ ازل
 گر اک نشان ہو ملتا ہے سب زندگی کا پھل
 قہقہوں کا یہ اثر ہے کہ دل پُر فساد ہے
 ایماں زباں پہ سینہ میں حق سے غاد ہے
 دُنیا کی حرص و آذ میں یہ دل ہیں مر گئے
 غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے
 اے سولے والو! جب گو کہ وقت بہار ہے
 اب دیکھو آ کے در پہ ہمارے وہ یار ہے
 کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
 لعنت ہے ایسے بیچنے پہ گر اُس سے ہیں مُدا
 اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مُدعا
 جنت بھی ہے یہی کہ ملے یارِ آشنا

اے خُبت جاہِ دلو! یہ رہنے کی جا نہیں
 اِس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی را نہیں
 دیکھو تو ہا کے اُن کے مقابر کو اک نفر
 سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے بدر
 اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
 اک دن یہ صُبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے
 اک دن تمہارا لوگ جنازہ اُٹھائیں گے
 پھر دفن کر کے گھر میں تائف سے آئیں گے
 اے لوگو! عیشِ دُنیا کو ہرگز دفا نہیں
 کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں
 سوچو کہ باپ دادے تمہارے بدر گئے
 کس نے بلایا وہ سبھی کیوں گند گئے
 وہ دن بھی ایک دن تمہیں یاد نصیب ہے
 خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے
 دُھونڈو وہ راہ جس سے دلِ دبینہ پاک ہو
 نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
 مٹی نہیں عزیز و فقط قُصتوں سے یہ راہ
 وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ
 وہ لغو دیں ہے جس میں فقط قُصہ جات ہیں
 اُن سے رہیں الگ جو سید القنات ہیں

مدحیت اس زمانہ میں بعتوں پہ ہے مدار
 بعتوں پہ سارا دیں کی سچائی کا انحصار
 پر نعت مہجرات کا کچھ بھی نشان نہیں
 پس یہ خدائے قہر خدائے جہاں نہیں
 دنیا کو ایسے بعتوں نے یک سر شہ کیا !
 مٹ کر بنا کے کفر دیا رُوسینہ کیا
 جس کو تلاش ہے کہ بے اس کو کردگار
 اس کے لینے حرام جو بعتوں پہ ہو بشار
 اُس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور
 تا جو دے شک و شبہ بسی اس کے دل سے دُور
 تا اُس کے دل پہ نورِ یستیں کا نزل ہو
 تا وہ جناب عز و جل میں قبول ہو
 بعتوں سے پاک ہونا کبھی کیا نبال ہے
 سچ جانو یہ طریق میرا سرِ حال ہے
 بعتوں سے کب نجات ملے ہے گناہ سے
 ممکن نہیں وصالِ خدا ایسی راہ سے
 مُردہ سے کب اُمید کہ وہ زندہ کر سکے
 اُس سے تو خود محال کہ رہ بھی گذر سکے
 وہ رہ جو ذاتِ عز و جل کو دکھاتی ہے
 وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ ، جو یارِ گم شدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
 وہ رہ جو جاہمِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
 وہ تازہ قدرتیں جو خدا پر دلیل ہیں
 وہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں
 ظاہر ہے یہ کہ قصوں میں ان کا اثر نہیں
 افسانہ گو کو راہِ خدا کی خبر نہیں
 اُس بے نشان کی چہرہ نمائیِ نشان سے ہے
 سچ ہے کہ سب ثبوتِ خدائیِ نشان سے ہے
 کوئی بتائے ہم کو کہ غیروں میں یہ کہاں
 قصوں کی چاشنی میں حلاوت کا کیا نشان
 یہ ایسے مذہبوں میں کہاں ہے دکھائیے
 درنہ گزاف قصوں پہ ہرگز نہ جانیے
 جب سے کہ حقے ہو گئے مقصودِ راہ میں
 آگے قدم ہے قوم کا ہر دم گناہ میں
 تم دیکھتے ہو قوم میں عفت نہیں رہی
 وہ صدق ، وہ صفا ، وہ طہارت نہیں رہی
 مومن کے جو نشان ہیں وہ حالت نہیں رہی
 اُس یارِ بے نشان کی محبت نہیں رہی
 اک سیل چل رہا ہے گناہوں کا زور سے
 سننے نہیں ہیں کچھ بھی معاصی کے شور سے

کیوں بڑھ گئے زیں پہ بڑے کام اس قدر
 کیوں ہو گئے عزیزو! یہ سب لوگ کور و کر
 کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق و صفائیں
 کیوں اس قدر ہے فتنہ کہ خوف و حیا نہیں
 کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
 کچھ اک نظر کر دو کہ یہ کیا زمانہ ہے
 اس کا سبب یہی ہے کہ غفلت ہی چھا گئی
 دنیائے دُلوں کی دل میں محبت سما گئی
 تقویٰ کے جاے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
 جتنے خیالِ دل میں تھے ناپاک ہو گئے
 ہر دم کے خبث و فتنہ سے دل پر پڑے حجاب
 آنکھوں سے اُن کی ٹھپ گیا ایماں کا آفتاب
 جس کو سداے عز و جل پر یقین نہیں
 اُس بد نصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں
 پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
 وہ اُس سے دل کے دل کو اسی سے ملاتے ہیں
 وہ اُس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
 ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں
 جس نے کو پی لیا ہے وہ اُس سے ممت ہیں
 سب دشمن اُن کے اُنکے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رُخِ خوب یار سے
 ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے دار سے
 اُن سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں
 یہ اس لیے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں
 اُن کو خدا نے غیروں سے مختار ہے امتیاز
 اُن کے لیے نشان کو دکھاتا ہے کار ساز
 جب دشمنوں کے ہاتھ سے وہ تنگ آتے ہیں
 جب بدشمار لوگ انہیں کچھ ستاتے ہیں
 جب اُن کے مارنے کے لیے چال پلٹتے ہیں
 جب اُن سے جنگ کرنے کو باہر نکلتے ہیں
 تب وہ خدا کے پاک نشان کو دکھاتا ہے
 غیروں پہ اپنا رعبِ نشان سے جلاتا ہے
 کتا ہے یہ تو بسندۂ عالی جناب ہے
 مجھ سے لڑو اگر تمہیں روکنے کی تاب ہے
 اُس ذاتِ پاک سے جو کوئی دل لگاتا ہے
 آخر وہ اُس کے رحم کو ایسا ہی پاتا ہے
 جن کو نشانِ حضرتِ باریؐ ہوا نصیب
 وہ اس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب
 کیچنے لگے کچھ ایسے کہ دُنیا سے سو گئے !
 کچھ ایسا نورِ دیکھا کہ اُس کے ہی ہو گئے

بن دیکھے دیکھے پاک ہو اِنساں گناہ سے
 اِس پاہ سے نکلتے ہیں لوگ اُس کی پاہ سے
 تصویرِ شیر سے نہ ڈرے کوئی گوسپند
 نے مارِ مُردہ سے ہے کچھ اندیشہ گزند
 پھر وہ خدا جو مُردہ کی مابیند ہے پڑا
 پس کیا اُمید ایلے سے اور خوف اُس سے کیا
 ایلے خدا کے خوف سے دل دیکھے پاک ہو
 سینہ میں اس کے عشق سے کیونکر تپاک ہو
 بن دیکھے کس طرح بھی منہ رُخ پہ آئے دل
 کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
 دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
 حُسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی
 جب تک خدا تے زندہ کی تم کو خبر نہیں
 بے قید اور دلیر ہو کچھ دل میں ڈر نہیں
 سو روگ کی دوا یہی وصلِ اعلیٰ ہے
 اِس قید میں ہر ایک گنہ سے رہائی ہے
 پر جس خدا کے ہونے کا کچھ بھی نہیں نشان
 کیونکر نشان ایلے پہ ہو جائے کوئی جہاں
 ہر چیز میں خدا کی ضیاء کا ظہور ہے
 پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دُور ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
 اُسے آزمائے داسے ! یہ نسخہ بھی آزا
 عاشق جو ہیں وہ یار کو مرمر کے پاتے ہیں
 جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
 یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
 دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے
 ناپاک زندگی ہے جو دُوری میں کٹ گئی
 دیوار زُحدِ خشک کی آخر کو پھٹ گئی
 زندہ دُہی ہیں جو کہ خُدا کے قریب ہیں
 مقبول بن کے اُس کے عزیز و حبیب ہیں
 وہ دُور میں خُدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
 ہر دم اسیرِ نخوت و کبر و عِشور ہیں
 تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
 کبر و غرور و بُخل کی عادت کو چھوڑ دو
 اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
 اُس یار کے لیے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
 لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
 دُردنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
 تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
 تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

اِس ہم چیز کیا ہے ؟ خدا کے لیے فنا
 ترکِ رضائے خویش پنے مرضیٰ خدا
 جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
 اِس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز مہمت
 شوخی و کبر دیہ لیں کا شعار ہے
 آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
 اُسے کرمِ خاک ! چھوڑ دے کبر و غرور کو
 زیبا ہے کبر حضرتِ ربّ غفور کو
 بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
 شاید اِسی سے دخل ہو دارِ اِوصال میں
 چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اِسی میں ہے
 ہو جاؤ خاک مرضیٰ مولے اِسی میں ہے
 تقویٰ کی بجز خدا کے لیے خاکساری ہے
 حقیقت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے
 جو لوگ بدگمانی کو شیوہ بناتے ہیں
 تقویٰ کی راہ سے وہ بُہت دُور جاتے ہیں
 بے احتیاط اُن کی زباں دار کرتی ہے
 اک دم میں اِس عظیم کو بیزار کرتی ہے
 اک بات کہہ کے اپنے عمل سائے کھوتے ہیں
 پھر شوخیوں کا بیج ہر اک وقت بولتے ہیں

کچھ ایسے سو گئے ہیں ہمارے یہ ہم وطن
 اُٹھتے نہیں ہیں ہم نے تو سو سو کئے جتن
 سب غنومست ہو گئے غفلت ہی چھا گئی
 قوت تمام نوکِ زباں میں ہی آ گئی
 یا بد زباں دکھاتے ہیں یا ہیں وہ بد گمان
 باقی خبر نہیں ہے کہ اسلام ہے کہاں
 تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بد گمان سے
 دُرتے رہو عجبِ خدائے جہان سے
 شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطا
 شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بد نما
 شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو !
 شاید وہ آزمائشِ ربِ غفور ہو
 پھر تم تو بد گمانی سے اپنی ہوئے ہلاک
 خود سر پہ اپنے لے لیا ختمِ خدائے پاک
 گر ایسے تم دلیروں میں بے حیا ہوئے
 پھر اتفاق کے سوچو کہ معنے ہی کیا ہوئے
 موسیٰ بھی بد گمانی سے شرمندہ ہو گیا
 قرآن میں، حضرت نے جو کیا تھا، پڑھو ذرا
 بندوں میں اپنے بھیدِ خدا کے ہیں صد ہزار
 تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار

پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے
 یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطہ گئے
 بد بخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا
 جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جاگرا
 پس تم بچاؤ اپنی زباں کو فساد سے
 ڈرتے رہو عقوبتِ رب العباد سے
 دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
 سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
 وہ اک زباں ہے، عضوِ نہانی ہے دوسرا
 یہ ہے حدیثِ سیدنا سیدنا لوری
 پر وہ جو مجھ کو کاذب و مکار کہتے ہیں
 اور مفتی و کافر و بدکار کہتے ہیں
 اُن کے لیے تو بس ہے خدا کا یہی نشان
 یعنی وہ فضل اُس کے جو مجھ پر ہیں ہر زماں
 دیکھو! خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا!
 گم نامِ پاک کے شجرۂ عالم بنا دیا!
 جو کچھ مری مراد تھی سب کچھ دکھا دیا
 میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا
 دنیا کی نعمتوں سے کوئی بھی نہیں رہی
 جو اُس نے مجھ کو اپنی عنایات سے نہ دی

ایسے بدوں سے اُس کے ہوں ایسے معاملات
 کیا یہ نہیں کرامت و عادت سے بڑھ کے بات
 جو مُغتری ہے اُس سے یہ کیوں اتھاہ ہے
 کس کو نظیر ایسی عنایت کی یاد ہے
 مجھ پر ہر اک نے وار کیا اپنے رنگ میں
 آخر ذلیل ہو گئے انجام جنگ میں
 ان یکنوں میں کبھی کو بھی ارماں نہیں رہا
 سب کی مُراد تھی کہ میں دیکھوں رو فِنا
 تھے چاہتے کہ مجھ کو دکھائیں عدم کی راہ
 یا حاکموں سے پھانسی دلا کر کریں تباہ
 یا کم سے کم یہ ہو کہ میں زنداں میں جا پڑوں
 یا یہ کہ ذلتوں سے میں ہو جاؤں سرنگوں
 یا مُغتری سے ان کی کوئی آؤر ہی بلا
 آ جائے مجھ پہ یا کوئی مقبول ہو دُعا
 پس ایسے ہی ارادوں سے کر کے مُتلاّت
 چاہا گیا کہ دن مرا ہو جائے مجھ پہ رات
 کوشش بھی وہ ہوئی کہ جہاں میں نہ ہو کبھی
 پھر اتّفاق وہ کہ زماں میں نہ ہو کبھی
 مجھ کو ہلاک کرنے کو سب ایک ہو گئے
 سمجھا گیا میں بد پہ وہ سب نیک ہو گئے

آخر کو وہ خدا جو کریم و قدیر ہے
 جو عالم القلوب و عظیم و خبیر ہے
 اُترا مری مدد کے لیے کر کے عہدِ یاد
 پس رہ گئے وہ سارے سیئہ روی و نامراد
 کچھ ایسا فضل حضرت رب الوریٰ ہوا
 سب دشمنوں کے دیکھ کے ادساں ہوئے خطا
 اک قطرہ اُس کے فضل نے دریا بنا دیا
 میں خاک تھا اُسی نے ثریا بنا دیا
 میں تھا غریب و بیگم نام و بے ہنر
 کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیانِ کدھر
 لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
 میرے وجود کی بھی کبھی کو خبر نہ تھی
 اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہوا
 اک مربعِ خواص یہی ستادیاں ہوا
 پر پھر بھی جن کی آنکھ تعصب سے بند ہے
 اُن کی نظریں حالِ مرا ناپسند ہے
 میں مُفتری ہوں اُن کی نگاہ و خیال میں
 دُنیا کی خیر ہے مری موت و زوال میں
 لعنت ہے مُفتری پہ خدا کی کتاب میں
 عزت نہیں ہے ذرہ بھی اُس کی جناب میں

توریت میں بھی نیز کلام مجید میں
 لکھا گیا ہے رنگِ وعیدِ شدید میں
 کوئی اگر خدا پہ کرے کچھ بھی افترا
 ہو گا وہ قتل ہے یہی اس جرم کی سزا
 پھر یہ عجیب غفلتِ ربِ تدبیر ہے
 دیکھے ہے ایک کو کہ وہ ایسا شیر ہے
 پچیس سال سے ہے وہ مشغولِ افترا
 ہر دن ہر ایک رات یہی کام ہے رہا
 ہر روز اپنے دل سے بناتا ہے ایک بات
 کہتا ہے یہ خدا نے کہا مجھ کو آج رات
 پھر بھی وہ ایسے شوخ کو دیتا نہیں سزا
 گویا نہیں ہے یاد جو پہلے سے کہہ چکا
 پھر یہ عجیب تر ہے کہ جب حامیان دیں
 ایسے کے قتل کرنے کو مائل ہوں یا نہیں
 کرتا نہیں ہے اُن کی مدد وقتِ انتظام
 تا مفری کے قتل سے قصہ ہی ہو تمام
 اپنا تو اس کا وعدہ رہا سارا طاق پر
 اُوروں کی سعی و جُہد پہ بھی کچھ نہیں نظر
 کیا وہ خدا نہیں ہے جو فرقاں کا ہے خدا
 پھر کیوں وہ مفری سے کرے اس قدر وفا

آخر یہ بات کیا ہے کہ ہے ایک مُفتری
 کرتا ہے ہر مقام میں اُس کو خدا بُری
 جب دشمن اُس کو بیچ میں کشش سے لاتے ہیں
 کوشش بھی اس قدر کہ وہ بس مر ہی جاتے ہیں
 اک اتفاق کر کے وہ باتیں بناتے ہیں
 اُسو بھوٹ اور فریب کی تہمت لگاتے ہیں
 پھر بھی وہ نامراد مقاصد میں رہتے ہیں
 جاتا ہے بے اثر وہ جو سو بار کہتے ہیں
 ذلت ہیں چاہتے یہاں اکرام ہوتا ہے
 کیا مُفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے
 اے قوم کے سرآمد! اے جامیان دیں
 سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
 تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ انصاف
 پس اس سبب سے ساتھ تمہارے نہیں خدا
 ہوگا تمہیں کلارک کا بھی وقت خوب یاد
 جب مجھ پہ کی تھی تہمت غول از رو فساد
 جب آپ لوگ اُس سے لے تھے بدیں خیال
 تا آپ کی مدد سے اُسے سہل ہو جدال
 پر وہ خدا جو عاجز و میس کا ہے خدا
 حاکم کے دل کو میری طرف اُس نے کر دیا

تم نے تو مجھ کو قتل کرانے کی ٹھانی تھی
 یہ بات اپنے دل میں بہت سہل جانی تھی
 تمہے چاہتے صلیب پہ یہ شخص کینچا جائے
 تا تم کو ایک فخر سے یہ بات ہاتھ آئے
 ”جھوٹا تھا مفتری تھا تبھی یہ بلی سزا“
 آخر مری مدد کے لیے خود اٹھا حُدا
 دُکھس پہ سارا حال بریت کا کھل گیا
 عزت کے ساتھ تعبیں وہاں سے بُری ہوا
 الزام مجھ پہ قتل کا تھا سخت تھا یہ کام
 تھا ایک پادری کی طرف سے یہ اِشام
 جتنے گواہ تھے وہ تھے سب میرے برخلاف
 اک مولوی بھی تھا جو یہی مارتا تھا لاف
 دیکھو! یہ شخص اب تو سزا اپنی پائے گا
 اب بن سزائے سخت یہ بچ کر نہ جائے گا
 اتنی شہادتیں ہیں کہ اب کھل گیا قصور
 اب قید یا صلیب ہے، اک بات ہے ضرور
 بسنوں کو بد دُعا میں بھی تھا ایک انہماک
 اتنی دُعا کہ گھس گئی سجدے میں اُن کی ناک
 القصد جُہد کی نہ رہی کچھ بھی انتہا
 اک سو تھا مگر ایک طرف سجدہ و دُعا

آفر خدا نے دی مجھے اس آگ سے نجات
 دشمن تھے جتنے اُن کی طرف کی نہ التفات
 کیسا یہ فضل اس سے نمودار ہو گیا
 اک مفتری کا وہ بھی مددگار ہو گیا
 اس کا تو فرض تھا کہ وہ وعدہ کو کر کے یاد
 خود مارتا وہ گردنِ کذاب بد نہاد
 گر اُس سے رہ گیا تھا کہ وہ خود دکھائے ہاتھ
 اتنا تو سہل تھا کہ تمھارا بٹائے ہاتھ
 یہ بات کیا ہوتی کہ وہ تم سے الگ رہا
 کچھ بھی مدد نہ کی نہ سنی کوئی بھی دُعا
 جو مفتری تھا اُس کو تو آزاد کر دیا
 سب کام اپنی قوم کا برباد کر دیا
 سب جتہ و جند و سنی اکارت چلی گئی
 کوشش تھی جس قدر وہ بغارت چلی گئی
 کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدہ خدا
 دیکھو تو کھول کر سخن پاک بکسریا
 پھر کیوں یہ بات میری ہی نسبت پلٹ گئی
 یا خود تمھاری چادرِ تقویٰ ہی پھٹ گئی
 کیا یہ عجب نہیں ہے کہ جب تم ہی یار ہو
 پھر میرے فائدے کا ہی سب کاروبار ہو

پھر یہ نہیں کہ ہو گئی ہے صرف ایک بات
 پاتا پوں ہر قدم میں خدا کے تفضلات
 دیکھو وہ بھیس کا شخص کرم دیں ہے جس کا نام
 لڑنے میں جس نے نیند بھی اپنے پہ کی حرام
 جس کی مدد کے واسطے لوگوں میں جوش تھا
 جس کا ہر ایک دشمن حق عیب پوش تھا
 جس کا رفیق ہو گیا ہر ظالم و غوی !
 جس کی مدد کے واسطے آئے تھے مولوی
 ان میں سے ایسے تھے کہ جو بڑھ بڑھ کے آتے تھے
 اپنا بیاں لکھانے میں کرتب دکھاتے تھے
 ہشیاری مستیغث بھی اپنی دکھاتا تھا
 سو سو خلاف واقعہ باتیں بناتا تھا
 پر اپنے بد عمل کی سزا کو وہ پا گیا
 ساتھ اس کے یہ کہ نام بھی کاذب رکھا گیا
 کذاب نام اس کا دفاتر میں رہ گیا
 چالاکیوں کا فخر جو رکھتا تھا بہ گیا
 اے ہوش و عقل والو ! یہ عبرت کا ہے مقام
 چالاکیاں تو یہ سچ ہیں، تقویٰ سے ہوویں کام
 جو متقی ہے اس کا خدا خود نصیر ہے
 انجم فاسقوں کا عذاب میر ہے

جڑ ہے ہر ایک خیر و سادت کی اتقا
 جس کی یہ جڑ رہی ہے عمل اس کا سب رہا
 مومن ہی فتح پاتے ہیں انجم کار میں
 ایسا ہی پاؤ گے سخنِ بکر دگار میں
 کوئی بھی مُفتری ہمیں دُنیا میں اب دکھا
 جس پر یہ فضل ہو یہ عنایات یہ عطا
 اس بد عمل کی قتل سزا ہے نہ یہ کہ پیست
 پس کس طرح خدا کو پسند آگئی یہ ریت
 کیا تھا یہی معاملہ پاداشِ افسترا
 کیا مُفتری کے بارے میں وعدہ یہی ہوتا
 کیوں ایک مُفتری کا وہ ایسا ہے آشنا
 یا بے خبر ہے عیب سے دھوکے میں آگیا
 آخر کوئی تو بات ہے جس سے ہوا وہ یار
 بدکار سے تو کوئی بھی کرتا نہیں ہے پیار
 تم بد بنا کے پھر بھی گرفتار ہو گئے
 یہ بھی تو ہیں نشان جو نمودار ہو گئے
 تاہم وہ دوسرے بھی نشان ہیں ہمارے پاس
 لکھتے ہیں اب خدا کی عنایت کبے ہر اس
 جس دل میں رُج گیا ہے محبت سے اسکا نام
 وہ خود نشان ہے نیز نشان سائے اسکے کام

کیا کیا نہ ہم نے نام رکھائے زمانہ سے
 مردوں سے نیز فرقہ ناداں زمانہ سے
 اُن کے گماں میں ہم بد و بد حال ہو گئے
 اُن کی نظر میں کافر و دجال ہو گئے
 ہم مُفتری بھی بن گئے اُن کی نگاہ میں
 بے دین ہوئے فساد کیا حق کی راہ میں
 پر ایسے کفر پر تو فدا ہے ہماری جاں
 جس سے ملے خُدا کے جہان و جہانیاں
 نعت ہے ایسے دین پہ کہ اس کفر سے ہے کم
 سو شکر ہے کہ ہو گئے غالب کے یار ہم
 ہوتا ہے کردگار اسی رہ سے دستگیر
 کیا جانے قدر اس کا جو قصوں میں ہے اسیر
 وحی خدا اسی رو فرخ سے پاتے ہیں
 دہر کا بانچن بھی اسی سے دکھاتے ہیں
 اُسے مُدعی نہیں ہے ترے ساتھ کردگار
 یہ کُفر تیرے دین سے ہے بہتر ہزار بار



مناجات اور تبلیغ حق

اے خدا اے کارساز و عیبت کش و کردگار اے مے پیار مے محسن مے پروردگار
بکس طرح تیرا کردل اڈو و البفن شکر و سپاس وہ زباں لاؤں کہاں جس سے ہو یہ کار و بار
بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب و نوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا تجھ سے کیا دیکھا کہ یہ طیف کرم ہے بار بار
تیرے کاموں بھجے حیرت اے یہ سحر کیم کس عمل پر بھجکودمی ہے خلعت قرب جوار
کرم خاکی ہوں مگر پیار سے نہ آدم زاد ہوں ہوں شکر کی جائے نفرت اور انسانوں کی مار
یہ سراسر فضل و احسان کہ میں آیا پسند

دور نہ درگاہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدائے شگزار
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے پر نہ پھوڑا ساتھ تھے نے اے مے جلالت ہار
اے مے یار یگانہ اے مری جاں کی پیہ بس تو میرے لیے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مگر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک لی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری ہ میں میرا جہم جان دُل
ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں سیر دن کئے
نسل انساں میں نہیں دیکھی فاجو تجھ میں ہے
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
استدر تجھ پر ہوتیں تیری عنایات کرم
آسماں میرے لئے تو نے بنایا ایک گواہ
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے

ہو گئے بیکار سچے جب آئی وہ بلا

ساری تدبیروں کا خاکہ اڑ گیا مثل غبار

سرزمین ہند میں ایسی ہے شہرت بھکو دی
پھر دوبارہ ہے اتارا تو نے آدم کو یہاں
لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد و ہیں
ہاتھ میں تیرے پھر خزان و نفع و عشر و شیر
جس کو چاہے تخت شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو

میں بھی ہوں تیرے نشانوں جہاں میں انکشاں

جس کو تو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
عزت و دولت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
میرے جیسے کو جہاں میں تو نے روشن کر دیا
تیرے اکیرے مرنے کی عجایب کام ہیں

سلطنت تیری جو جو رہتی ہے دائم برقرار
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور باد بہار
کون جانے لے کر مالک تر بھیدوں کی سار
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کچھ شمار

ابتدا سے گوشہ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہ توں مجھ کو نفرت تھی برآک عظمت سے عار
پر مجھے تُو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں کب مانگا تھا تیرا جی سب برگ بار
اس میں میرا جرم کیا جب مجھ کو یہ فرماں ملا
کون ہوں تازہ ذکروں حکم شہ ذی الاقدار
اب تو جو فرماں ملا اسکا ادا کرنا ہے کام
گر چہ میں ہوں بس ضعیف نہ اتوان و دلفکار
دعوت ہر ہنرہ کو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گز میں دشت غار
چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے دُروغ

پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضہ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار
گر کرے معجز نہائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دل نگیں جو ہوئے مثل سنگ کو ہزار
ہائے میری قوم نے تلمذ کرب کر کے کیا لیا
زلزلوں کے ہو گئے صد ہا مساکین مثل غار
شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر کچھ دن اور قرار
کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رت تاریک تار

دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے گئے

دشمن جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بننا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار
کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
انکو بے لٹنے سے نفرت بات سننا دور کنار
کیا کر دل کیونکر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نصار
استغناء ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جتنے شیطان بھی ہوا ہے دلفکار
پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شہرم دیا
دیکھ کر سو سونشاں پھر بھی بسے تو ہیں گار و بار
صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشان کافی ہے گردِ دل میں ہے خوفِ کردگار

دن چڑھا ہے دشمنان دیں کا ہم پر راست
اے مرے پیارے بھائی ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دیکھ میری طرف سے سارے جاں جگ کی مہار
خاک میں ہو گا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تباہ ہو جائے اس طوفان سے پار
میرے تم دیکھو اب کیسے قطع نظر

مانہ خوش ہو دشمن دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخموں کا گمراہ میں رہو رنجور ہوں
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعیف دین مصطفیٰ
بھکو کر اے میرے سلطان کامیاب کامگار
یہ تو تیرے پر نہیں اتید اے میرے حصار
یا الہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
قوم میں فتنہ و فحش و معصیت کا زور ہے
چھار ہا، ابراہیم اور رات ہے تاریک تار

ایک عالم مر گیا ہے تیسرے پانی کے بغیر

پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دنیا کی حار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
کس طرح نہیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
دوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے لئے نا خدا
نور دل جاتا رہا اور عقل مٹتی ہو گئی
جس کو ہم نے قطرہ صافی تھا سمجھا اور تھی
دور بین معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اے خدا بن تیرے ہو یہ سپاشی کس طرح
رحم کر بندوں پہ اپنے تادہ ہو دیں سنگار
بے طرح پھیلے ہیں یہ آفات ہر نمودار
آگیا اس قوم پر وقت خزاں اندر بار
اپنی کجگرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار
غور سے دیکھا تو کیڑے آسیں بھی پائے ہزار
اس دہانے کھائے بے ہوشاں کے شمار
جل گیا ہے باغ تقویٰ دیں کی جراب اک مزار

تیرے ہاتھوں سے پیار سے اگر کچھ ہو تو ہو در نہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل مار
 اک نشان کھلا کر اب میں ہو گیا ہر بے نشان اک نظر کرا سٹنہ تاکچھ نظر آوے بہار
 کیا کموں دنیا کے لوگوں کی کیسے سو گئے کس سے ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار
 قفل پر پر پڑے پڑے سو سونشاں کو دیکھ کر
 نور سے ہو کر الگ پا ہا کہ ہو میں اصل نار

گر نہ ہوتی بدگمانی کفر بھی ہوتا فتنہ اسکا ہوئے ستیا ناس اس سبکدوش ہوشیار
 بدگمانی سے تو رانی کے بھی بنتے ہیں پہاڑ پر کے اک شیشے سے ہو جاتی ہو کو دلوں کی قطار
 مد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو کچھ کرو خوف خدا کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار
 کیا خدا نے اقیانوس کی خون نصرت چھوڑ دی ایک فاسق اور کافر نے کیوں کتاب سے پیار
 ایک بد کردار کی تائید میں اتنے نشان کیوں دکھاتا ہے یہ کیا ہے بد کنوں کا رشتہ دار
 کیا بد کتاب ہے وہ اب اس نینت قانون کو

جس کا تھا پابند وہ از ابتدا سے روزگار

آنکھ گر چھوٹی تو کیا کانوں میں بھی کچھ پڑ گیا کیا خدا دھوکے میں ہے اور تم ہو میسر رازدار
 جس کے دعویٰ کی سلسرا فتر پر ہے بنا اسکی یہ تائید ہو پھر جھوٹ پر میں کیا نکھار
 کیا خدا بھولار ہا تم کو حقیقت مل گئی کیا رہا وہ بیخبر اور تم نے دیکھا حال زار
 بدگمانی نے تمہیں جھوٹ و اندھا کر دیا در نہ تھے میری صداقت پر بڑا میں ہشمار
 جہل کی تار کیاں اور سوچ و فہم کی تہ آباد جب اکٹھے ہوں تو پھر کیاں اٹھے جیسے غبار
 زہر کے پینے سے کیا انجام مجز موت و فنا بدگمانی زہر ہے اس کے پکوائے دیں شعار
 کانٹے اپنی راہ میں جوتے ہیں ایسے بدگماں جن کی عادت میں نہیں شرم و شکیبہ اعتبار
 یہ غلط کاری بشر کی بد نصیبی کی ہے جڑ پر مقدر کو بدل دینا ہے کس کے اختیار

سخت جاں ہیں ہم کسی کے نبض کی پڑا نہ
دل قوی رکھتے ہیں ہم دردوں کی ہے محک بہار
خدا کا ہے اسے لکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال لے رو بہ زار و زلزلہ
ہے سر راہ پر مرے وہ خود کھڑا موٹی گیر
پس نہ بیٹھو میری رہ میں لے شہزبان د

سنت اللہ ہے کہ وہ خود فرق کو کھلے ہے
تایاں ہو کون پال رکون ہے سردار وار
مجھ کو پرے میں نظر آتا ہے اک میز امن
تین کو کھینچے ہوئے اسپر جو رہتا ہے فہ دار
دشمن غافل اگر دیکھے وہ بازو وہ سلاح
ہوش ہو جائیں خطا اور بھول جائے سب نقار
اس جہاں کا کیا کوئی داؤد نہیں اور داؤگر
پھر شریر النفس ظالم کو کہاں جائے فرار
کیوں عجب کرتے ہو گزین آگیا ہو کر مسیح
خود میحانی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
آسمان پر دعوت حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا امار

آ رہا ہے اس طرف اصرار یورپ کا مزاج
نہض پھر چلنے لگی مردوں کی ناکہ زندہ وار
کھتے ہیں تیلٹ کو اب ال دانش آلود
پھر ہوئے ہیں چشہ توحید پر از جہاں بشار
باغ میں بلیت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے باد صبا گلزار سے مستانہ وار
آ رہی ہے اب تو خوشبو میسے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار
ہر طرف ہر ملک میں سببت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عز و وقار
آسمان سے ہے چلی توحید خالق کی ہوا
دل ہمارا ساتھ ہیں گوشت کریں بک بک ہزار
اسمعو اصوات السماء جاء المسيح جاء المسيح
نیز بشنوا از زمیں آمد امام کا مگار
آسمان بار و نشان الوقت می گوید زمیں
ایں دو شاہد از پیے من نعر زن چوں بقرار
اب اسی گلشن میں لوگ احت و آرام ہے
وقت جلد آوے آوارگان دشت خار

اک زماں کے بعد اب آتی کر یہ ٹھنڈی ہوا پھر خدا جانے کہ کب آئیں یہ دن اور یہ سارا

اے مکذب کوئی اس تکذیب کا ہے انتہا

کب تلک تو غمے شیطان کو کرے اختیار

ثبت احمد کی مالک نے جو ڈالی تھی رہنا آج پوری ہو رہی ہے اے عزیزانِ دیار

گلشنِ احمد بنا ہے مشکینِ بادِ صبا جس کی تحریکوں سے سنتا ہے بشرِ گفتارِ یار

دور نہ وہ ملت وہ رہ وہ رسم وہ دیں چیز کیا سایہ افکن جس پہ نورِ حق نہیں خورشیدِ دار

دیکھ کر لوگوں کے کہنے دل مرا غوں ہو گیا قصد کرتے ہیں کہ ہو پامالِ دُشِ شاہوار

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بھندی کی طرف وہ بھلا تے ہیں کہ ہو جائیں نہاں ہم زیرِ غار

نورِ دل جاتا رہا اک رسمِ دیں کی رہ گئی

پھر بھی کہتے ہیں کہ کوئی مصلح دیں کیا بکار

راگ وہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں وہ ارادے ہیں کہ جو ہیں برخلافِ شہرِ یار

ہائے مارِ آستین وہ بن گئے دیں بیکلے وہ تو فریہ ہو گئے پردیں ہوا زار و زوار

ان غموں سے دستِ تو خم ہو گئی میری کمر میں تو مرجاتا اگر ہوتا نہ فضیلِ کردگار

اس شپس کو میری وہ جانے کہ رکھتا ہر پیش اس الم کو میرے وہ سمجھے کہ ہے وہ ولفگار

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی پڑا مہر و مہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تارِ یک تار

مُفتری کہتے ہوئے اُن کو حیا آتی نہیں یکے عالم ہیں کہ اس عالم سے ہیں یہ برکنار

غیر کیا جانے کہ دہر سے ہیں کیا جوڑ ہے وہ ہمارا ہو گیا اُسکے ہوئے ہم جاںِ بشار

میں کہیں آدم کہیں موسیٰ کہیں یعقوب ہوں نیزا برائیم ہوں نیلیں ہیں میری بے شمار

اک شجر ہوں جسکو داؤدی صفت کے پھل لگے میں ہوا داؤد اور جا لوست ہے میرا شکار

پر میسا بن کیس میں بھی دیکھتا دے میل لب گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

دشمنو! ہم اس کی رہ میں رہ رہے ہیں ہر گھڑی
کیا کرو گے تم ہماری نیستی کا انتظار

سر سے سیر پاؤں تک یار مجھ میں ہے نہاں
کیا کروں تعریف حق یار کی اور کیا بھوں
اے مے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ دار
اک ادا سے ہو گیا میں سیل نفسِ خود سے پار
آئکھ میں اس کی کہ ہے وہ دور تر از صحن یار
ہو گئے اسرار اُس دلبر کے مجھ پر آشکار
ادائی غلٹ میں کیا بیٹھے ہو تم یل و نہار
قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ بھلا آفتاب

کیا تماشہ ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے

پھر بھی اس کافر کا حامی ہے نہ مقبول کا یاد

کیا چننی بات ہے کافر کی کرتا ہے مد
اہل تقویٰ تھا کرم تیس بھی تمھاری آنکھ میں
وہ خدا جو چاہئے تھا مومنوں کا دوستدار
جس نے ناحق ظلم کی وہ سے کیا تھا مجھ پہ دار
بے معاون میں تھا بھی نصرت حق میر ساتھ
فتح کی دیتی تھی دجی حق بشارت بار بار
پر مجھے اُس نے نہ دیکھا آنکھ اُس کی بندھی
پھر سزا پا کر لگایا سُر مہ دُنیا لہ دار
نام بھی کتاب اس کا دفتروں میں چہ گیا
اب مٹا سکتا نہیں یہ نام تار و ز شمار
اب کو کس کی ہوئی نصرت چلب پاک سے
کیوں تمھارا متقی پکڑا گیا ہو کر کے غوار
پھر ادھر بھی کچھ نظر کرنا خدا کے خوف سے
یکے میسر یار نے مجھ کو بچایا بار بار
قتل کی مٹانی شریروں نے چلانے تیر کر
بن گئے شیطان کے چیلے اور نسل ہونما
پھر لگایا ناخنوں تک زوہ بن کر اک گروہ
پر نہ آیا کوئی بھی منصوبہ اُن کو ساز دار

ہم بنگھ میں ان کی مجال اور بے ایماں ہوئے

آتش تکبیر کے اڑتے رہے پیہم شرار

اب ذرا سوچو دیا نکاح کی یہ کیا بات ہے
 کیوں نہیں تم سوچتے کیسے میں یہ پرے پرے
 یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار لے ناقصاں
 کچھ نہ مہتی حاجت تمہاری تمہارا بھکر کی
 پاکٹ برتر ہے وہ جھوٹوں کا نہیں ہونا نصیر
 اس قدر نصرت کہاں ہوتی ہے اک کذاب کی
 ہاتھ کس کا ہے کہ ذکر تاسا ہے وہ دشمن کا دار
 دل میں اٹھتا ہے سر رہ رہ کے اب سو سو بخار
 ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار
 خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہر پار
 در نہ اٹھ جائے اماں پھر سچے ہو دیں شہسار
 کیا تمہیں کچھ ڈر نہیں سچ کھرتے ہو بڑھ بڑھ کے دار
 ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نصیر

میرے بیسی جس کی تائیدیں ہوتی ہوں بار بار

آفتاب سبج نکلا اب بھی سوتے ہیں یہ لوگ
 روشنی سے انہض اور ظلمت پر وہ قربان ہیں
 سر پہ اک سونچ چمکتا ہے مگر آنکھیں ہیں بند
 طرفہ کیفیت ہے ان لوگوں کی جو منکر ہوئے
 پر اگر پوچھیں کہ ایسے کاذبوں کے نام لو
 مردہ ہو جاتے ہیں اس کا کچھ نہیں دیتے جواب
 انکی قسمت میں نہیں میں یکلئے کوئی گھڑی
 جی پُرانا راستی سے کیا یہ دیں کا کام ہے
 کیا قسم کھاتی ہے یا کچھ بیچ قسمت میں پڑا
 انیار کے طور پر رحمت ہوتی ان پر تمام
 دل میں بیزار اور راتوں کہ وہ کرتے ہیں پیار
 ایسے بھی پشتر نہ ہونگے گرچہ تم ڈھونڈو ہزار
 مرتے ہیں بن آب وہ اور در پہ نہر خوشگوار
 یوں تو ہر دم مشغلہ ہے گایاں لیل نثار
 جن کی نصرت سالما سے کر رہا ہو کردگار
 درد ہو جاتا ہے منہ جیسے کوئی ہو سو گوار
 ہو گئے مغنوں دُنیا دیکھ کر اس کا سنگار
 کیا یہی ہے زہد و تقویٰ کیا یہی راہِ بخار
 روز روشن چھوڑ کر ہیں عاشق شہمائے تار
 انکے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حقہ دار

میری نسبت جو کہیں کہیں وہ سب سے آتا ہے

چھوڑ دینے کیا وہ سب کو کفر کر کے اختیار

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے گھر پر کرتے ہیں مگر
 ساتھ سے ہیں کچھ برس تکے زیادہ اس گھڑی
 تھنا برس چالیس کا میں اس مسافر خانہ میں
 اس قدر یہ زندگی کیا افترا میں کٹ گئی
 یہ تو ہے سب شکل انہی ہم تو ہیں آئینہ دار
 سال ہے اب تیسوں عوی پہ لڑوئے شمار
 جبکہ میں نے وحی ربانی سے پایا افتخار
 پھر عجب تیر کہ نصرت کے ہوئے جاری بحار
 ہر قدم میں میرے مولیٰ نے دئے مجھ کو نشان
 ہر عدو پر تختِ حق کی پڑی ہے فدا و انقار
 نفیس دہ دیں مرے مولیٰ نے اپنے فضل سے

جن سے ہیں محض اَشْمَنَتْ عَلَیْكَ ذَا شُكَّار

سایہ بھی ہو جاتے ہے اوقاتِ ظلمت میں مٹا
 اس قدر نصرت تو کاذب کی نہیں ہوتی کبھی
 پھر اگر ناچار ہو اس سے کہ دو کوئی نظیر
 یہ کہاں سے سن لیا تم نے کہ تم آزاد ہو
 نعرہ اِنَّا عَمَلْنَا مُنْتَسِب ابرار ہے
 جسم کو مل کے دھونایہ تو کچھ شکل نہیں
 اپنے ایمان کو ذرا پردہ اُٹھا کر دیکھنا
 گویا ہو سوچ کر دیکھیں کہ یہ کیا راز ہے
 کیا بگاڑا اپنے کمروں سے ہمارا آج تک
 اے فقیہو عالمو! مجھ کو سمجھ آتا نہیں
 یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیس اور یہ نقار
 پر راؤ ہر اندھیرے میں رفیق و غمگسار
 گر نہیں بادِ نظیر میں اس کی تم لاؤ دو چار
 اُس نہیں سے ڈرو جو بادشاہِ ہرود دار
 کچھ نہیں تم پر عقوبت گو کرو عیساں ہزار
 زہرِ مُنہ کی مت دکھاؤ تم نہیں ہو نسل مار
 دل کو جو دھوئے ہی ہے پاک نزدِ کردگار
 مجھ کو کافر کہتے تھے خود نہ ہوں از اہل نار
 وہ مری ذلت کو چاہیں پار ہا ہوں میں نقار
 اڑو صابن بن کے آئے ہو گئے پھر سہار
 یہ نشانِ صدق پا کر پھر یہ کیس اور یہ نقار

صدق کو جب پایا اصحابِ رسول اقدس نے

اُس پال جانِ حق بڑھ بڑھ کے کرتے تھے شمار

پھر عجب یہ علم یہ تنقید آثار و حدیث
 دیکھ کر سو سون نشان پھر کر رہے ہو تم فساد

بحث کرنا تم سے کیا حاصل اگر تم میں نہیں
کیا بٹھے تم چھوڑتے ہو جاہ دُنیا کے لیے
کون پُروردہ بٹھے دیتا ہر میدان میں فتح
تم تو کہتے تھے کہ یہ نابود ہو جائے گا جلد

بات پھر یہ کیا ہوئی کس نے مری تائید کی

غائب خاص رہے تم، ہو گیا میں کامگار

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
اُس زمانہ میں ٹھکانے دی تھی شہرت کی خبر
کھول کر دیکھو برا آپس جو کہ ہے میری کتاب
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
قدرتِ رحمان و کبر آدمی میں فرق ہے
سوچ لو لے سوچنے والو کہ اب بھی وقت ہے
سوچ لو یہ ہاتھ کس کا تھا کہ میرے ساتھ تھا
یہ بھی کچھ ایسا ہے یا روہم کو سمجھانے کوئی
غل مچاتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے

گر یہی دیں جو ہے انکی خصال ساریاں

میں تو اک کوڑی کو بھی لیتا نہیں ہوں زینہار

جانِ دل سے ہم شاربِ بلیتِ اسلام ہیں
واہ بے جوشِ جہالت خوب کھلتے ہیں نگ
لیک نیں فہرہ نہیں جس پر چلیں اہلِ نقار
جھوٹ کی تائید میں حملے کریں دیوانہ وار

نازمت کراپنے ایماں پر کہ یہ ایماں نہیں
 پیٹنا ہو گا دو ہاتھوں سے کہ ہے مر گئے
 اسکو پیرامت گماں کر ہے یہ سنگ کو ہمار
 جبکہ ایماں کے تھمار گنڈ ہوں گے آشکار
 تانہ دُوب جاتیں تیرے اہل و عیال درشتہ دار
 یہ عجب بد قسمتی ہے کس قدر دعوت ہوئی
 پرا تراتا ہی نہیں ہے جام غفلت کا خمار
 ہوش میں آتے نہیں سو سو طرح کوشش ہوئی

ایسے کچھ سونے کہ پھر ہوتے نہیں ہیں ہوشیار

دن بُرے آئے اکٹھے ہو گئے قحط و وبا
 ہے غضب بکتے ہیں اب دُرجی خدا مفقود ہے
 اب تلک تو بے نہیں اب دیکھنے انجام کار
 اب قیامت تک ہے اس اُتت کا قصوں پر مدار
 یہ عقیدہ بر خلافِ کُفّہ دار ہے
 پرا تارے کون برسوں کا گلے سے اپنے ہار
 وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
 اب بھی اُس کو لو لتا ہے جس سے وہ کرنا ہے پیار
 گو ہر دُرجی خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
 یہ وہ گل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
 ایک ہی دیں کیلئے ہے جائے عز و افتخار
 یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہوشکرتار
 یہ وہ ہے منتاح جس سے آسماں کے دکھلیں
 یہ وہ آئینہ ہے جس کے دیکھ لیں رُونے نگار
 بس یہی ہتھیار ہے جس کے ہماری فتح ہے
 بس یہی اک قہر ہے جو عافیت کا حصار
 ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
 محض قصوں کے ہو کوئی بشر طوفاں سے پار

ہے یہی دُرجی خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان

جس کو یہ کامل ملے اُسکو ملے وہ دوستدار

واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہگذر
 ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تابہ
 دہل یار اسکا شمر و برادر گرد اس کے ہیں خار
 جو نہیں اسکی طلب میں بخود دیوانہ دار
 دیں اُسے ملتا ہے جو دیں کے لیے ہو تیار
 پر جو دنیا کے نہیں کھڑے نہ کیا دُھونڈیں آسے

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
 یاد وہ دن جبکہ تمہیں یہ سب انکار دیں ہمدی موجود حتی اب جلد ہوگا آشکار
 کون تمہا جس کی تنہا یہ نہ تھی ایک مجلس سے
 کون تمہا جس کو نہ تھا اس کی نیلے سے پیار

پھر وہ دن جب آگے اور چودھویں آئی صدی سب اقل ہو گئے منکر یہی دیں کے بنار
 پھر وہ بارہ آگئی احبار میں رسم یہود پھر یہی وقت کے دشمن بنے یہ جتہ دار
 تھا لوشتوں میں یہی ازا ابتداء انشا پھر مٹے کیونکر کہ ہے تقدیر نے نقش جدار
 میں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح میں نہیں مامور از ہر جہاد و کارزار
 پر اگر آتا کوئی بیسی اُنھیں اُتھیں اُتھیں اُتھیں اور کرتا جنگ اور دیتا فینست بشار
 لیے ہمدی پکے میدان کھلا تھا قوم میں پھر تو اس پر جمع ہوتے ایک دم میں صد ہزار
 پر یہ تھا رحم خداوندی کہ میں ظاہر ہوا آگ آتی گرنے میں آتا تو پھر جاتا تار
 آگ بھی پھر آگئی جب دیکھ کر اتنے نشان قوم نے عجب کو کہا کذاب ہے اور بد شعار
 ہے یقین یہ آگ کچھ مدت تک باقی نہیں ہاں مگر توبہ کریں با صندی از و انکار
 یہ نہیں اک اتفاق امر تا ہوتا سلاج ہے خدا کے حکم سے یہ سب تباہی اور تبار

وہ خدا جس نے بنایا آدمی اور دیں دیا

وہ نہیں راضی کہ بے دینی ہو ان کا کاروبار

بلے خدا بلے دھندو تقویٰ بلے دیانت بلے صفا بن بھی دنیا گدوں طاعون کرے آہیں شکار
 میدان طاعون مست بنو پورے بنو تم مشقی یہ حوایاں بے باں کا کچھ نہیں آتا بکار
 موت کے گر خود ہو بلے ڈر کچھ کر دہ پتوں پر دم امن کی رہ پر چلو بن کو گرد و منت اختیار
 بن کے بے سنے والو تم ہرگز نہیں ہو آدمی کوئی ہے خود بہ کوئی خنزیر اور کوئی ہے مار

ان لوگوں کو خود بدل دے اے مے قادر خدا تو تو رب العالمین ہے اور سب کا شہریار

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں

جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار

تو نے کاموں کو بنا دے جب نگاہ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اکدم میں کر دے تازہ مار
تو ہی گردی کو بنا دے توڑ دے جب بن چکا
تیرے بھیدوں کو نہ پا دے سوچے کوئی بچار
جب کئی دل غلبت عصیاں میں ہوئے مبتلا
تیرے روشن ہوئے گوچر دے سورج ہزار
اس جہاں میں خواہش آزادگی بے ٹوہ ہے
اک تری قیدِ محبت سے جو کر دے رستگار
دل جو غالی ہو گدا ز عشق سے وہ دل ہے کیا
دل وہ ہے جسکو نہیں بے دہر بیکتا قرار
فقر کی منزل کا ہے اول قدم نفعی و جود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہر یار
تلخ ہوتا ہے ثمرِ جنت کہ ہو وہ ناتمام
اس طرح ایماں بھی ہے جنت کا ہو کامل پیار
تیرے منہ کی مٹوک نے دل کو کیا زیر و زبر
اے مے فردوسِ اعلیٰ اب گرا مجھ پر شمار
اے خدا اے چارہ ساز درد ہم کو خود بچا
اے مے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دل فگار
بلغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل
ملنے میں شکل سے ایسے سب اور ایسے نادر

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے

ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیج ہے
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار
جن پہ ہے تیری عنایت بدی سے دور ہیں
رہ میں حق کی قوتیں ان کی چلیں بن کر قطار
چھٹ گئے شیطان جو تھے تیری الفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پانی بہار
سب پیاسوں سے بخور تیرے منہ کی ہے پیاس
جس کو تیری دھن لگی آفر وہ بخت کو حبالا
جس کو تیری دھن لگی آفر وہ بخت کو حبالا
جس کو تیری دھن لگی آفر وہ بخت کو حبالا

عاشقی کی ہے علامت گریہ و امان وشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لیے ہوا شکر

تیری دلگدلی میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
میں تو تیرے حکم سے آیا اگر فوس ہے
جیفۂ دنیا پہ کیسے لگ گئے دنیا کے لوگ
دیں کو دیکر ہاتھ سے دنیا بھی افر جاتی ہے
رنگِ تمغی سے کوئی رنگت نہیں ہے خوشتر
سوچے سوچ نہیں بن روئے دلبر روشنی
لے کرے پیارے جہاں میں تو ہے ایک منظر
اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیسرے دیوانوں کا کام
کون ہے جسکے گل ہوں پاک بے انوارِ عشق
غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا عرض

کون چھوٹے خواب شیریں کی چھوٹے اگل و سبز
کون لے غارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق جو جس ہوں طے یہ سارے جنگل پر خطر
پر ہزار فوس دنیا کی طرف میں ٹھک گئے
جس کو دیکھو آجکل وہ شوخیوں میں طاق ہے
منبروں پر اُنکے سادا گایوں کا غنچہ ہے

جس طرف دیکھو یہی دنیا ہی مقصد ہو گئی
ہر طرف اس کیلئے رغبت دلائیں بار بار

ایک کاشا بھی اگر دیں کے لیے انکو لگے
ہر زمان شکوہ زباں پر ہے اگر ناکام ہیں
لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
اے کے پیائے بتاؤ کس طرح خوشنود ہو
جس طرح تودود ہے لوگوں کیسے بھی دُور ہوں
نیک ظن کرنا طریق مصالحان قوم ہے
یہ خبر دونوں میں جو کہتے ہیں بدیا نیک مرد
ابن مریم ہوں مگر ترا نہیں میں چرخ سے
ملکت سمجھ کو نہیں مطلب جنگوں کے کام
تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو دمام
بھلو کیا ملکوں کی ملک سب سے جدا

ہم تو بے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں

آسمان کے پہننے والوں کو زمیں سے کیا انکار

ملک نعمانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
دایغ نعمت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جہا
کام کیا عزت کے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
ہم اُسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
دیکھتا ہوں لینے بل کو عرش رب العالیں
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے ہے اُترا مجھ میں یار

دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوئے پھر دوستی

آملی الفت ہے الفت ہو کے دُور دل پر سوار

چچ کر اس سے وہ بھاگیں شیر سے جیسے حمار
دیں کی کچھ پروا نہیں دنیا کے غم میں سو گوار
میں فٹائے یار ہوں گو تیغ کھینچے مد ہزار
نیک بُن ہو گا وہی جب تجھ پر ہو یوں ہم نثار
ہے نہیں کئی بھی جو ہو میرے دل کا راز دار
لیکتے پڑے میں ہوں اُن سے نہیں ہوں آشکار
میرے باطن کی نہیں ان کو خبر اک ذرہ وار
نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کار دار
کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا سنے دیار
اُن کی شاہی میں میں پاتا ہوں فنا و روزگار
بھلو کیا تا جوں گیر اتنا ج ہے رضوان یار

دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
کوئی رہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں
اُسکے پانے کا یہی لے دے تو اک راز ہے
تیرا تاثیر محبت کا خطا جاتا نہیں
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچا دے آگ سے
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یار ازل
وہ کتاب پاک برتر جس کا فرقان نام ہے
چنگو ہے انکار اس سخت ناواں میں وہ لوگ
کیا یہی اسلام کا ہے دوسرے دینوں پر فخر
مغز فرقان مظهر کیا یہی ہے ذمہ خشک

گر یہی اسلام ہے بس ہو گئی اُمت ہلاک

کس طرح زہل سکے جب یہی ہی ہوتا یکساں

مُنہ کو اپنے کیوں بگاڑا نا اُمیدوں کی طرح
کس طرح کے تم بشر ہو دیکھتے ہو صد نشان
بات سب پوری ہوئی پر تم وہی ناقص ہے
دیکھ لو وہ ساری باتیں کیسی پوری ہو گئیں
اُس زمانہ میں ذرا سوچو کہ میں کیا چیز تھا
جن زمانہ میں برآئیں کا دیا تھا اشتہار

پھر ذرا سوچو کہ اب چرچا مرا کیا ہوا

کس طرح سرعتِ شہرت ہو گئی در ہر دیار

باتا تھا کون کیا عزت تھی پہلے میں مجھے
کس جماعت کی تھی مجھ سے کچھ ارادت یا پیار

نئے رجوع خلق کے اسباب مالِ معلوم و حکم
 ایک ان چاروں میں محروم تھا اور بے نصیب
 پھر کھایا نام کا کافر ہو گیا مطعونِ خلق
 اس پہ بھی میسے خدا نے یاد کر کے اپنا قول
 سائے منصوبے جو تھے میری تباہی کیلئے
 سوچ کر دیکھو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے
 کبر انساں کو مٹا دیتا ہے انسانِ دگر
 مغتری ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روئے
 افترا کی ایسی دم لمبی نہیں ہوتی کبھی

حسروں سے میرا دل پُربے کہ کیوں منکر تو تم
 یہ گھنا اب مجھوم مجھوم آتی ہے دل پر بار بار

یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
 قوم کی بدقسمتی اس سرکشی سے کھل گئی
 قوم میں ایسے بھی پاتا ہوں جو ہیں دنیا کے کرم
 کمر کے بل چل رہے انکی گاڑی روز و شب
 دیں کے کاموں میں تو انکے لڑکھڑاتے ہیں قدم

جلتِ حرمت کی کچھ پروا نہیں باقی رہی

ٹھونس کر مردار پیٹوں میں نہیں لیتے ڈکار

لافتِ حسد و رستی اور پاپِ دل میں سے بھرا
 اے عزیز و کب تک چل سکتی ہے کاغذ کی ناؤ
 ہے نیاں میں سببِ فتنہ اور بیچِ دل جیسے چار
 ایک دن ہے غرقِ مہو نا باد و حشرِ آشکار

جادوئی زندگی ہے موت کے اندر نماں
اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے اُمتوں سے اُمتا
تیری قدرت دیکھ کر دیکھا جہاں کو مردہ وار
پہر تے ہیں آنکھوں کے آگے ہر زباں وہ کاروبار
میں تھے قرباں ہری جاں تیرے کانوں پر شمار
جس نے اک چمکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار
تیری قدرت کے نہیں کچھ دُور گر پائیں سدا
گرد ہو پر ہیز کرنا جھوٹ سے دیں کاشعار

مجھ پہ اے واعظِ نظر کی یا نے تجھ پر بند کی

خُف اس لایاں پہ جس سے کُفر بہتر لاکھ بار

روضۂ آدم کہ تمنا وہ نامکمل اب ملک
وہ خدا جس نے نبی کو تمنا زِ رِغاص دیا
وہ دکھا تا ہے کہ دیں میں کچھ نہیں اکراہِ جبر
بس جی ہی کہ مز جو اُس نے کیا منہ از جہاد
تا دکھائے نیکروں کو دیں کی ذاتی عوایاں
جس سے جو اساطیر اک غبار
جس سے ہوں شرمندہ جو اسلام پر کرتے ہیں وار

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں

وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا شکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
نور لائے آسمان خود بھی وہ اک نور تھے
روشنی میں مہر تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
معنی رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے مار
گرچہ ہنکے روم کی سہ حد سے یا از رنگبار

اے مے پیار ڈمکیٹ مبر کی عادت کرو
نفس کو مارو کہ اُس جیسا کوئی دشمن نہیں
جس نے نفس ڈوں کو بہت کر کے زیرِ پاکیا
گالیاں سن کر دوا دوا کے دُکھ آرام دو
تم نہ گھبراؤ اگر دُہ گالیاں دیں ہر گھڑی
چُپ ہو تم دیکھ کر اُن کے سالوں میں ستم
دیکھ کر لوگوں کا جوشِ غیظ مت کچھ غم کرو
افتران کی نگاہوں میں ہمارا کام ہے

وہ اگر پھیلا میں بدبو تم بنو مشکِ شتار
چُپکے چُپکے کرتا ہے پیدا وہ سا بان و مار
چیز کیا ہیں اُس کے آگے رستم و اسفندیار
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار
چھوڑ دو اُن کو کہ بھوپائیں وہ ایسے اشتہار
دم نہ مارو اگر وہ مایس اور کر دیں عالِ زار
شدت گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار
یہ خیال افسد اکبر کس قدر ہے نابکار

خیر خواہی میں جہاں کی غول کیا ہم نے جگر
جنگ بھی مٹی صلح کی نیت سے اویں سے فرار

پاک ل پر بگانی ہے یہ شقوت کا نشان
جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھوٹتے پھلتے نہیں
اب تو انکین نہیں دیکھیں گے پھر انجام کار
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے شمار
کیا تمہاری آنکھ سب کچھ دیکھ کر اندھی ہوئی
آنکھ رکھتے ہو ذرا سوچو کہ یہ کیا راز ہے
کچھ تو اُس دن سے رویداد کہ ہے روز شمار
کس طرح ممکن کہ وہ قدوس ہو کاذب کا یار

یہ کرم مجھ پر ہے کیوں کوئی تو اس میں بات ہے

بے سبب ہرگز نہیں یہ کاروبارِ کردگار

مجھ کو خود اس نے دیا ہے چشمہ توحیدِ پاک
دش پر سیکر دہ چادر کہ دی اُس یار نے
آنکھ سے از سر نو بارغ دیں میں لالہ زار
پھر اگر قدرت ہے اُسے مُنکر تو یہ چادرِ آذر
ان دنوں میں جب کہ ہے شورِ قیامتِ آشکار
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے دی ہورستگار
خیرگی سے بدگمانی اس قدر اچھی نہیں
ایک طوفان ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر

صدق سے میری طرف کداسی میں خیر ہے
پیشی دیوار دیں اور امن اسلام ہوں
جاہلوں میں استعد کیوں بدگمانی بڑھ گئی
کچھ تو سمجھیں بات کو یہ دل میں لٹا ہی رہا
اُسے کہ ہر دم بدگمانی تیرا کاروبار ہے
میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی ٹیکھوں کا سزا
ہیں دینے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
نار سا ہے دست دشمن تا بفرق ایں جدار
کچھ بڑے آئے ہیں من یا بزرگنی لعنت کی مار
واہ سے شیطان عجب ان کو کیا اپنا شکار
دوسری قوت کہاں گم ہو گئی اُسے ہوشیار
پراگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روز شمار
اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں خدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

میں وہ پانی ہوں کد آیا آسمان سے وقت پر
ہائے وہ تقویٰ جو کہتے تھے کہاں منی ہوئی
کام بود کھلانے اس مٹا قی نے میرے لیے
میں نے روتے روتے دین کر دیا تر درد سے
ہائے یہ کیا ہو گیا عقلوں پہ کیا پتھر پڑے
یا کسی مخفی گنہ سے شامت اعمال ہے
جس سے عقلیں ہو گئیں بیکار اور اک مُردہ وار

گردنوں پر زنجی ہے سب مام لوگوں کا گنہ
ایسے کچھ سوئے کہ پھر جاگے نہیں ہیں اب تلک
نور انساں میں بدی کا تخم بونا ظلم ہے
چھوڑ کر فقر قات کو آٹھار مخالف پر بے رحم
جیکہ ہے امکان کذب کج روی اخبار میں
جنگ و غفلت کجماں کے آگیا دل میں غبار
ایسے کچھ جھوٹے کہ پھر نیاں ہوا گردن کا مار
وہ بدی آتی ہے اُسپر جو ہو اسکا کاشتکار
سر پہ سلم اور بُخاری کے دیا ناحق کا بار
پھر حماقت ہے کہ رکھیں سب نبی پر انحصار

جیکہ ہم نے نور حق دیکھا ہے اپنی آنکھ سے جیکہ خود وحی خدا نے دینی خبر یہ بار بار
پھر یقین کو چھوڑ کر ہم کیوں گمانوں پر چلیں خود کو رویت ہے بہتر یا نقول پر غبار
تفرقہ اسلام میں نقول کی کثرت سے ہوا جس کا ہر ہے کہ راہ نقل ہے بے اعتبار
نقل کی تمی اک خطا کاری میما کی حیات جس دین نصرانیت کا ہو گیا خدمت گزار

مد ہزاراں آفتیں نازل ہوئیں اسلام پر

ہو گئے شیطان کے چیلے گردن دیں پر سوار

موت پہنچی شہادت دی خدا نے مساف گر گماں محنت کا ہو پھر قابل تابدل ہیں
پھر احادیث مخالف رکھتی ہیں کیا اعتبار کیا حدیثوں کیلئے فرقان پر کر سکتے ہو دار
وہ خدا جس نے نشانوں سے مجھے تمنعہ دیا اب بھی وہ تائید فرقان کر رہا ہے بار بار
سر کو پیٹو آسمان سے اب کوئی آتا نہیں عمر دنیاسے بھی اب ہے آگیا ہفتم ہزار
اسکے آتے آتے دیں کا ہو گیا قعتہ تمام کیا وہ تب آئیگا جب دیکھے گا اس میں کامزار
کشتی اسلام بے لطف خدا ب غرق ہے لے جنوں کچھ کام کر بیکاریں عقلوں کے دار

۱۔ کتبہ بعدہ اور احادیث میمر سے ثابت ہے کہ عمر دنیا کی حضرت آدم علیہ السلام سے سات ہزار برس تک ہے۔ اسی کی طرف قرآن شریف اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ اِنَّ يٰۤاٰدَمَ اَعْنَدَ ذِبْحًا مَّا كُنْتَ تَسْتَفْتٰی تَعْنٰی ذٰلِکَ اٰیۡمَنَ فَاٰیۡمَنَ اَکۡبَرُ اُنۡ تَعۡاَرُ سَۂ ہزار برس کے برابر ہے اور خدا تعالیٰ نے میرے دل پر یہ الامام کیلئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک حضرت آدم سے اسی قدر مدت بحساب قمری گذری تھی جو اس سورہ کے عروفت کی تعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتی ہے اور اس کے دو سے حضرت آدم سے اب ساواں ہزار بحساب قمری ہے جو دنیا کے خاتمہ پر ولادت کرتا ہے اور یہ حساب جو سورہ ذالھجۃ کے عروفت کے عدد کا لے سے معلوم ہوتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ کے حساب سے قریباً تمام و کمال فتنہ ہے صرف قمری اور شمسی حساب کو ملحوظ رکھ لینا چاہیئے اور ان کی کتابوں سے پایا جاتا ہے جو مسیح موعود کا پچھٹے ہزار میں آنا ضروری ہے اور کئی برس ہو گئے کہ چھٹا ہزار گزر گیا۔ منہ

نجم کو دے اک فوقِ حادثے کھڑا جوشِ تپش جس سے جو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ دار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں قہر کی جھلنے شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بے شمار
اے خدا تیرے لئے ہر ذرہ ہو میرا خدا مجھ کو دکھلا دے بہار دیں کہ میں ہوں اشکبار
خاکساری کو ہماری دیکھ اے دانا اے راز

کام تیرا کام ہے ہم ہو گئے تاب بے قرار
اک کرم کر پھیر دے لوگوں کو فراق کی طرف نیز دے توفیق تا وہ کچھ کریں سوچ اور بچار
ایکے فراق بھر شک اور یکے وہ پاک ہے بعد اس کے جن غالب کو ہیں کرتے اختیار
پھر یہ نقلیں بھی اگر میری طرف سے پیش ہوں تنگ ہو جائے مخالف پر مجالِ کار زار
باغِ مہربانیاں ہوا تھا گئے تھے سب مٹ میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا شمار
مرہمِ عیسیٰ نے دی تھی معصیت لے کر شفا میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

جھلکتے تھے نور کو وہ روزِ دیوار سے

لیکٹ جب فر کھل گئے پھر ہو گئے شہرِ شمار

وہ خزان جو ہزاروں سال سے مدفون تھے اب میں دیتا ہوں اگر کوئی سنے اُمیدوار
پر ہوئے دیں کے لیے یہ لوگ بار آیتیں دشمنوں کو خوش کیا اور ہو گیا آرزو دار
غل چاٹتے ہیں کہ یہ کافر ہے اور دجال ہے پاک کو ناپاک سمجھ ہو گئے مردارِ غوار
گو وہ کافر کہہ کے ہم سے دُور تر ہیں جا پڑے انکے غم میں ہم تو پھر بھی ہیں حنین و دلفگار
ہم نے یہ مانا کہ انکے دل میں پتھر ہو گئے پھر بھی پتھر سے نکل سکتی ہے دینداری کی نار
یکے ہی وہ سخت دل ہوں ہم نہیں بننا اُمید آیتِ لا یشئو رکعتی ہے دل کو استوار
پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ رب ذوالجلل یہ شجرِ آخر کبھی اس نہر سے لائینگے بار
جن میں آیا ہے سچِ وقت وہ منکر ہوئے مر گئے تھے اس تمنائیں خواہں ہر دیار

میں نہیں کتا کہ میری جان سب سے پاک تر میں نہیں کتا کہ یہ میرے عمل کے ہیں شمار
میں نہیں کتا تھا اس دعویٰ سے اک ذرہ خیر کھول کر دیکھو بڑا میں کو کتا تا ہوا اعتبار
گر کہے کوئی کہ یہ منصب تھا شایانِ فریش
وہ خدا سے پوچھ لے میرا نہیں یہ کاروبار

بھکوس ہے وہ خداوندوں کی کچھ پروا نہیں ہو کے تو خود بنو مہدی بحکم کردگار
افترالغت ہے اور ہر مفتزی ملوں ہے پھر عیسٰی بھی ہے جو صادق رکھتا ہے نفاذ
تشنہ پیٹے ہو کنار جوئے شیریں خیف ہے سرزمین ہندیں چلتی ہے نہر خوشگوار
ان نشانوں کو ذرا سوچو کہ کس کے کام ہیں کیا ضرورت ہے کہ دکھلاؤ غضبِ یوازدار
مفت میں مومن خدا کے مت بنو اے منکرو یہ خدا کا ہے نہ ہے یہ مفتزی کا کاروبار

یہ فتوحاتِ نمایاں یہ تو اتر سے نشاں

کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

ایسی سرعت یہ شہرت ناگماں لالوں کے بعد کیا نہیں ثابت یہ کرتی صدقِ قولِ بردگار
کچھ تو سوچو ہوش کر کے کیا یہ مہولی ہے بات جس کا چرچا کر رہا ہے ہر بشر اور ہر دیار
بٹ گئے جیلے تھما لے ہو گئی بخت تمام اب بھوکس پر ہوئی لے منکر و لعنت کی مار
بند درگاہ ہوں اور بندگی سے کام ہے کچھ نہیں فتح سے مطلب دل میں خوفِ بار
مست کرو بک بکست اسکی دلوں پر ہے نظر دیکھتا ہے پاکی دل کو نہ باتوں کی سنوار

لے اب تک کہی ہزار خدا تعالیٰ کے نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ زمین نے بھی میرے لیے
نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی اور سورتوں میں بھی ظاہر ہوئے اور دشمنوں میں بھی جن کے کسی لاکھ انسان
گواہ ہیں اور ان نشانوں کو اگر تفصیلاً جدا جدا شمار کیا جائے تو قریباً وہ سارے نشان دس لاکھ تک
پہنچتے ہیں۔ فاعلم للہ علی ذلک۔ منہ

کیسے پتھر پڑ گئے ہئے بئے تمہاری قفل پر دس چمن میں گرگ کے تم گرگ کے خود پاسدار

ہر طرف پکڑ رہے ہیں دین احمد پر تبر

کیا نہیں تم دیکھتے قوموں کو اور اُنکے وہ دار

کون سی آنکھیں جس کو دیکھ کر روتی نہیں کون سے دل میں جو اس غم سے نہیں ہیں بے قرار

کھار رہے ہیں ٹپانے ہاتھ سے قوموں کے آسج اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار

یہ عیبت کیا نہیں پہنچی خدا کے عرش تک کیا یہ شمس الدین شاہنشاہ ہو جائے گا اب زیر غار

جنگ مانی ہے اب اس خادوم شیطان کا دل گھٹا جاتا ہے یارب سخت ہے یہ کارزار

ہر نبی و تھنا اس جنگ کی دی تھی خبر کر گئے وہ سب غنائیں باد و چشم اشکبار

اے خدا شیطان بھکو فتح دے رحمت کے ساتھ

وہ کٹھی کر رہا ہے اپنی فوجیں بے شمار

جنگ یہ بڑھ کر ہے جنگ دوس اور جاپان سے میں غریب اور ہے مقابل پر حریف نامدار

دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ شکل سوچ کر لے مری جاں کی پناہ فوج ملکات کو اُستار

بستر راحت کہاں ان فکر کے ایام میں خیم ہڑن ہو رہا ہے بد تراز شب ہائے تار

شکر شیطان کج ز غم میں جہاں ہے گھر گھیا بات شکل ہو گئی قدرت دکھالے میرے پیار

نسل انساں سے مدد اب مانگنا بیکار ہے اب تلاری ہے تری درگاہ میں یارب پکار

کیوں کریں گے وہ مدد انکو مدد سے کیا غرض ہم تو کافر ہو چکے اُن کی نظر میں بار بار

پر بٹھے رہ رہ کے آتا ہے تعجب قوم سے کیوں نہیں وہ دیکھتے جو ہو رہا ہے آشکار

شکر اللہ میری بھی آپس نہیں خالی گینس کچھ بنیں طاغوں کی صورت کچھ زلازل کے بُخار

اک طرف طاغون غوثی کھا رہا ہے ملک کو ہو رہے ہیں ہزاراں آدمی اُس کا شکار

دوسرے منگل کے دن آیا تھا ایسا زلزلہ جس سے اک محشر کا عالم تھا بصد شور و پکار

ایک ہی دم میں ہزاروں جن جہاں سچل دئے
جس قدر گھر گئے اُن کا کروں کیونکر شمار

یا تو وہ مالی مکالمات زینت و زیب جلدوس
یا جوئے پاک ٹیبلٹوں کے پُر از گرد و غبار
حشر جس کو کہتے ہیں اک دم میں برپا ہو گیا
ہر طرف میں مرگ کی آواز مٹی اور اضطراب
دب گئے نیچے پھاڑوں کے کئی دیہات مشہر
مر گئے لاکھوں بشر اور ہو گئے دنیا سے پار
اس نشان کو دیکھ کر پھر بھی نہیں ہیں نرم دل
پس غم جلانے کہ اب کس حشر کا ہے انتظار
وہ جو کلمات تھے مٹوئی کہیں میں سب بڑھ گئے
کیا یہی عادت تھی شیخ غزنوی کی یادگار

کہتے ہیں لوگوں کو ہم بھی ذبۃ الارباب ہیں!

پڑتی ہے ہم پر بھی کچھ کچھ وحی رحماں کی پھو بار

پر وہی نا فہم ملہم اول الامدار ہوئے
آ گیا پرخ بریں سنان کو تکفروں کا تار
سب نشان بیکار نہ کئے بغض کلا گئے ہوئے
ہو گیا تیر تعصب اُن کے دل میں وار پار
دیکھتے ہرگز نہیں قدرت کو اُس ستار کی
گو سناویں اُن کو وہ اپنی بجالتے ہیں ستار
مٹو فیما اب پہنچ ہے تیری طرح تیری تراز
آسمان سے آگئی میری شہادت بار بار
قدرت حق ہے کہ تم بھی میرے دشمن ہو گئے
یا محبت کے دُہ دن تھے یا بُھوا ایسا نفار
دھو دیے دل وہ سائے محبتِ نیریں کج رنگ
پھول بن کر ایک نعت تک ہوئے آغوشِ غار
جس قدر نقدِ تعارف تھا وہ کھو بیٹھے تمام
آہ! یہ کیا دل میں گذرائوں میں اس کے افکار
آسمان پر شور ہے پر کچھ نہیں تم کو خبر
دن تو روشن تھا مگر ہے بڑھ گئی گرد و غبار
اک نشان ہے آئیو الا آج جسے کچھ دن کے بعد
جس گردشِ کھائی گئے دیہات و شہر اور غرزار

تسے کا قبر خدا سے خلق پر اک انقلاب
 یک بیک ان لرزہ سخت جنبش کھائی ننگے
 اک جھپک میں یہ زمین جھلنے لگی زویر
 رات جو رکھتے تھے پوشائیں بربگ یا سمن
 ہوش اڑ جائینگے انسان کے پرندوں کھس
 ہر شان پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
 خون سمروں کے کوہستان کچھ رواں
 منہمک ہو جائینگے اس خوف سے سب جن دلس
 اک نونہ قمر کا ہو گا وہ ربانی نشان
 ہاں نہ کر جلدی سے نکالے سفید نشان
 دجی حق کی بات ہے ہو کر ہے گی بے خطا
 یہ گماں مت کر کہ یہ سب گمانی ہے معاف



لے خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار غلبہ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو موت قیامت ہو گا بلکہ قیامت کا زلزلہ
 اس کو گنا چاہیے جس کی طرف سورۃ اذا زلزلت الذکر منیٰ ذلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں بھی تک اس زلزلہ
 کے فطرتی تقنین کیساتھ ظاہر پر جانیں سکتا لیکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا
 نظارہ دکھلائے جس کی نفیر کسی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو۔ اور جاویدوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر
 ایسا فوق العادت نشان ظاہر ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس سورت میں میں کاذب مٹھوں
 گا۔ مگر میں بار بار کہہ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذہب پر
 کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہوئی دھرم سے کسی پر مذہب آسکتا ہے اور اس وجہ سے آسکتا ہے کہ کوئی
 میری ہیئت میں داخل نہیں۔ یہ سب لوگ اس تشریح سے محفوظ ہیں۔ ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو جو ہم
 پیشہ ہو نا اپنی عادت رکھے اور فتنہ فتنہ میں غرق ہو اور زانی، فحشی، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بداندیش، بد زبان
 اور بد چلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیئے اور اگر توبہ کرے تو اس کو بھی کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور
 نیک چلن ہونے سے یہ مذہب مل سکتا ہے قطعی نہیں ہے۔ منہ

درِ اسِ توحید

وہ دیکھتا ہے فیروں سے کیوں دل لگاتے ہو
 جو کچھ بتوں میں پاتے ہو اس میں وہ کیا نہیں
 سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
 جب چاند کو بھی دیکھا تو اس یار سا نہیں
 واحد ہے لا شریک ہے اور لازوال ہے
 سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں
 سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل
 ڈھونڈ اسی کو یارو! بتوں میں دنا نہیں
 اس جانے پڑ عذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
 دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستیاں سرا نہیں



پیش گوئی جنگِ عظیم

یہ نشانِ زلزلہ جو ہو چکا منگل کے دن
 اک مینافٹ بھڑی لے غافل کو کچھ دن کے بعد
 فاسقوں اور فاجروں پر وہ گھڑی دُشوار ہے
 غُوب کُھل جائیگا لوگوں پہ کہ دیں کس کا ہے دیں
 دینی حق کے ظاہری غفلتوں میں، وہ زلزلہ
 کچھ ہی ہو پر وہ نہیں رکھتا زمانہ میں نظیر
 یہ جو طاعونِ ملک میں اس کو کچھ نسبت نہیں
 وقت سے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو!
 تم نہیں لوہے کے کیوں ڈرتے نہیں اس وقت سے
 وہ تباہی آنے لگی شہروں پہ اور دیہات پر
 ایک دم میں غم کدے ہو جائینگے عسرت کدے
 وہ جو تھے اُدھے محل اور وہ جو تھے قصر بریں
 ایک ہی گردش سے مگر ہو جائینگے مٹی کا ڈھیر
 پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ڈر نہیں

وہ تو اک لقمہ تھا جو تم کو کھلایا ہے نہار
 جس کی تپا ہے خضرِ فرقاں میں رحماں بار بار
 جس کے قیصر بن کے پھر دیکھیں گے قیصر کا بگھار
 پاک کر دینے کا تیر تہ کعبہ ہے یا ہر دوار
 ایک ٹکٹن ہے کہ ہو کچھ اور ہی قسموں کی مار
 فوقِ مادست ہے کہ سمجھا جائے گا روزِ شمار
 اُن ملے وہ توبہ ہے اک حشر کا نقشِ دنگار
 سُست کھیں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کو کنار
 جس سے پڑ جائیگی اک دم میں پہاڑوں میں بُغار
 جس کی دُنیا میں نہیں ہے ش کوئی زیرِ نہار
 شادیاں کرتے تھے جو پیش گے ہو کر سو گوار
 پست ہو جائینگے جیسے پست ہو اک جائے غار
 جس قدر جانیں تلف ہوئی نہیں ان کا شمار
 اُن کو جو بھٹکتے ہیں اس درگاہ پہ ہو کر خاکسار

یہ خوشی کی بات سب کام اسکے ہاتھ ہے
 کب یہ ہوگا؛ یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
 پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
 یاد کر فرماں سے لفظ زلزلت زلزالہ
 سخت ماتم کے وہ دن ہونگے مصیبت کی گھڑی
 آگ ہے پر آگ سے سب بچائے جائیگا
 انبیائے نفع میں اے غافل اچھا نہیں
 کیوں نہیں فرتے خدا سے کیے دل اندھے ہوتے
 یہ نشان آخری ہے کام کر جائے مگر
 آسمان پر ان دنوں تہر خدا کا جوش ہے
 اس نشان کے بعد ایمان قابل عزت نہیں
 اس میں کیا خوبی کہ ذکر آگ میں پھر صاف ہوں
 اب تو نرمی کے گئے دن اب خدا نے خشکیں

وہ جو ہے وصیا غضب میں اور ہے آمر نگار
 دی خبر تجھ کو کہ وہ دن ہوں گے ایام بہار
 یہ خدا کی وحی ہے اب سوچ لو بے ہوشیار
 ایک دن ہوگا وہی جو غیب کے پایا ترار
 ایک دن ہونگے نیکوں کیلئے شیریں شمار
 جو کہ رکھتے ہیں غنائے ذوالعباس سے پیار
 دور تر ہٹ جاؤ اس سے یہ شیروں کی کچھار
 بے خدا ہرگز نہیں بدستور کوئی بہار
 دردناک باقی نہیں ہے تم میں اُمیدِ مددگار
 کیا نہیں تم میں سے کوئی بھی رشید و ہونہار
 ایسا جامہ ہے کہ نو پوشوں کا جیسے ہوا تار
 خوش نصیبی ہو اگر اب سے کرو دل کی سفار
 کام وہ دکھلائے گا جیسے ہتھوڑے سے لوہار

یہ یاد ہے کہ جس مذاب کیلئے یہ پیش گوئی ہے اس مذاب کو خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ کے لفظ سے بیان کیا ہے
 اگرچہ بلغا ہر وہ زلزلہ ہے اور ظاہر الفاظ میں ایسا ہے کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا لیکن چونکہ عادت الہی میں استعارات بھی
 داخل ہیں اس لیے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ قافیا تو وہ زلزلہ ہے درد کوئی اور جائے زلزلہ اور فوق العادت مذاب ہے جو
 زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کی بار بار شائع کرنے کی ہی وجہ سے ضرورت پیش آتی ہے جو پہلے زلزلہ کی
 خبر جو اسی طرح شائع نہیں کی گئی اس سے بہت سی جانوں کا نقصان ہوا اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ دوسری
 پیش گوئی میں جو زلزلہ کے بارے میں ہے جہاں تک میری طاقت ہے لوگوں کو خبر کروں تا شاید میری بار بار کی اشاعت
 سے لوگوں کے دل میں صلاحیت کا خیال پیدا ہو جائے اور اس مذاب کے لئے کیلئے اس بات کی ضرورت نہیں کہ
 کوئی عیسائی ہو یا ہندو یا مسلمان ہو یا کوئی شخص ہماری بیعت کرے۔ ہاں یہ ضرورت ہے کہ لوگ نیک عملی اختیار کریں
 اور جرائم پیشہ ہونا چھوڑ دیں۔ منہ

اُس گھڑی شیطان بھی ہوگا سجدہ کرنے کو کھڑا
 بے خدا اس وقت دُنیا میں کوئی امن نہیں
 تم سے غائب ہے گریہیں دیکھتا ہوں ہر گھڑی
 گر کر دو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں
 وہ خدا جل و تعالیٰ میں نہیں رکھتا نظیر
 میں نے رستے رستے سجدہ گاہ بھی ترک کر دیا
 یا الہی اک نشان اپنے کرم سے پھر دکھا
 اک کرشمہ سے دکھا اپنی وہ عظمت اے قدیر
 تیری طاقت سے جو ٹنکر ہیں انہیں اب کچھ دکھا
 زور سے بچکے اگر کھائے زمین کچھ غم نہیں
 دینِ تقویٰ گم ہوا جاتا ہے یا رب رحم کر
 میرے آسوسِ غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں
 ہیں تو اک پائیز ہے دُنیا ہے جو کچھ چیز ہے
 جس طرف نکھیں ہیں اک عزت کا جوش ہے
 جاہ و دولت سے یہ زہر پلّی ہوا پیدا ہوئی
 ہے بلندی شانِ ایزدِ بزرگ بشر ہوئے بلند
 ایسے مغروروں کی کثرت نے کیا دیں کوتاہ

اے مرے پیارے بھٹے اس غم سے کر رہا
 در نہ ہو جائے گی جاں اس درد سے تجھ پر شمار



بدنظمی سے بچو

اگر دل میں تمہارے شرم نہیں ہے
کوئی جو غنم بد رکھتا ہے عادت
گمان بد شیا میں کا ہے پیشہ
تمہارے دل میں شیطان ہے پتھے
ذہبی کرتا ہے غنم بد پلا ریب
وہ عاشق ہے کہ جس نے رہ گنویا
مگر عاشق کو ہرگز بد نہ کیسو !
اگر عشاق کا ہو پاک دامن
مگر مشکل یہی ہے درمیاں میں
تھیں یہ بھی سناؤں اس بیاں میں
وہ عاشق ہے کہ جس کو حسب تقدیر
نہ شہوت ہے نہ ہے کچھ نفس کا جوش

تو پھر کیوں غنم بد سے ڈر نہیں ہے
بدی سے خود وہ رکھتا ہے ارادت
نہ اصل عفت و دیں کا ہے پیشہ
اسی سے ہیں تمہارے کام پکتے
کہ جو رکھتا ہے پردہ میں وہی عیب
نظر بازی کو اک پیشہ بنایا
وہاں بدنظموں سے بچ کے رہو
یقین سمجھو کہ ہے تریاق دامن
کہ غل بے خار کم ہیں بوٹاں میں
کہ عاشق کس کو کہتے ہیں جہاں میں
محبت کی کماں سے آ لگا تیر
ہوا الفت کے پیمانوں سے مدہوش

لگی سینہ میں اُس کے آگ غم کی
نہیں اسکو خبر کچھ بیچ و خم کی



ہجوم مشکلات سے نجات حاصل کرنیکا طریق

ذیل میں جو نظم درج کی جاتی ہے یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک صاحب شیخ محمد بخش ریس کو دیا وہ صلح گجرات کو لکھ کر عطا فرمائی تھی جبکہ وہ صحت مالی مشکلات میں مبتلا تھے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے فیصل اُن کی مشکایف دور کر دیں۔

اک نہ اک نہ پیش ہو گا تو فنا کے سامنے
چھوڑنی ہو گی تجھے دنیائے فانی ایک دن
مستقل رہنا ہے لازم اے بشر تجھ کو سدا
بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
عاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
چاہیے تجھ کو سنانا قلب سے نقشِ دوئی
چاہیے نفرتِ بدی سے اور نیکی سے پیار
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قصا کے سامنے
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے
رنج و غم یاس و اَلَمِ فکر و بلا کے سامنے
شکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
کربیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
سر جھکا بس مالکِ ارض و سما کے سامنے
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
راستی کے سامنے کب جھوٹ پھٹتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے



متفرق اشعار

۱- نہیں محصور ہرگز راستہ قدرتِ نہائی کا
خدا کی قدرتوں کا صردوئی ہے خدائی کا

۲- قدرت کے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت اس بے نشان کی چہرہ نہائی یہی تو ہے
جس بات کو مجھے کہ کر دنگا یہ میں منور ہمتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

۳- جس نے پیدا کیا دہی جانے دوسرا کیونکر اس کو پہچانے
غیر کو غیر کی خبر کیا ہو نظر دور کا رگر کیا ہو

۴- ہم نے اُلفت میں تری بار اُٹھایا کیا کیا
تجھ کو دکھلا کے فلک نے ہے دکھایا کیا کیا

۵- جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سا ہو گیا آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر اللہ! مل گیا ہم کو وہ نعل بے بدل کیا ہوا اگر قوم کا دل تنگ خارا ہو گیا

۱- براہین احمدیہ جلد چہارم صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ ۱۹۸۵ء ۲- اشتہار اعلان مطبوعہ ریاض ہند امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء

۳- ٹرمز چشم آریہ صفحہ ۱۸۴ مطبوعہ ۱۹۸۶ء ۴- اشتہار حکم اختیار دا اشتہار دسر چشم آریہ مطبوعہ ۱۹۸۶ء

۵- از الہاد ہام جلد دوم صفحہ ۶۶۵ مطبوعہ ۱۹۹۱ء

۱- پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا! قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں بچے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پابائیگا عزت کوئی رُسا ہوگا!



۲- لوگوں کے نبضوں اور کینوں کی بات ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اُس کا خدا ہوتا ہے
بے خدا کوئی بھی ستمی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں مبدل ہوتا ہے



۳- جس کی تعلیم یہ خیانت ہے ایسے دیں پر ہزار لعنت ہے



۴- دوستو! ک نظر خدا کے لئے تیرا مخلوق مُصطفیٰ کے لئے



۵- کوئی جو مُردوں کے عالم میں جاوے وہ خود ہو مُردہ تب وہ راہ پاوے
کو زندوں کا مُردوں سے ہے کیا جوڑ یہ کیونکر ہو کوئی ہم کو بتاوے



- ۱- آئینہ کمالیات، الامام صفہ ۲۸۱، مطبوعہ ۱۸۹۳ء ۲- ماشاء اشتار میاں والا اخبار الاشرار مطبوعہ ۱۸۹۳ء ۳- آریہ دھرم صفہ ۴۵، مطبوعہ ۱۸۹۵ء ۴- اشتار مُستقیمتاً بلوچی اللہ الفقار ۱۲ جنوری ۱۹۹۷ء ۵- آیام اقلع صفہ ۱۲۲، مطبوعہ ۱۸۹۹ء

۱- مر گیا بد بخت اپنے وار سے کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
نصل گئی ساری حقیقت سیف کی کم کرو اب ناز اُس مُردار سے

۲- کیسے کافر ہیں مانتے ہی نہیں ہم نے سو سو طرح سے بھلایا
اس غرض سے کہ زندہ یہ ہوویں ہم نے مرنا بھی دل میں ٹھہرایا
بھر گیا بارغ اب تو پھولوں سے آؤ بُل چلیں کہ دقت آیا

۳- جب سے اے یار تجھے یار بنایا ہم نے ہر نئے روز نیا نام رکھایا ہم نے
یکوں کوئی خلق کے طعنوں کی ہیں بے دہکی یہ تو سب نقش دل اپنے سے مٹایا ہم نے

۴- اگر وہ جاں کو طلب کرتے ہیں تو جاں ہی ہے بلا سے کچھ تو نہ پٹ جائے فیصلہ دل کا
اگر ہزار بلا ہو تو دل نہیں ڈرتا ذرا تو دیکھئے کیسا ہے حوصلہ دل کا

۵- دقت تھا وقتِ حیا نہ کسی اور کا دقت میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

۲ - رسالہ تشیخہ الافان ۱۰ دسمبر ۱۹۰۹ء

۴ - اخبار الفضل ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء

۱ - نزل ایس صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۹ء

۳ - از مسودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۵ - از مسودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱- پل رہی ہے نیم رحمت کی ' جو دُعا یحجے قبول ہے آج



۲- کروں گا دُور اس ماہ سے اندیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا



۱- نزول ایسج منفرہ ۲۲۵ مکتوبہ ۱۹۰۹ء

۲- تذکرہ منفرہ ۳۲۷

الہامی اشعار

۱۔ کیا شک ہے ماننے میں تمہیں اس سچ کے جس کی ماثلت کو خدا نے بتا دیا
ماذق طیب پاتے ہیں تم سے ہی خطابِ خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا



۲۔ ستار کے کاروبار نمودار ہو گئے کافرو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے
کافرو کہتے تھے وہ نگوں سار ہو گئے جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے



۳۔ دشمن کا بھی خوب دار نکلا جس پر بھی وہ آ کر پار نکلا



۴۔ قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پاوے



۵۔ برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو یہ سچ الزام ہے



۱۔ ٹائٹل پیج فتح اسلام مطبوعہ ۱۹۹۰ء - تذکرہ ص ۱۵۵

۲۔ مہینہ تحفہ گولڈویہ ماسیہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ ۱۹۹۲ء - ۳۔ الحکمہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء - تذکرہ ص ۱۳۹

۴۔ اخبار بدر - ۲۲ نومبر ۱۹۹۶ء - ۵۔ (حقیقۃ الوحی) صفحہ ۲۴، ۲۵ ماسیہ مطبوعہ ۱۹۹۶ء

الہامی مصرعے

- ۱۔ ہے سہراہ پر تھارے وہ جو ہے مولیٰ کریم
- ۲۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی
- ۳۔ کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں
- ۴۔ پھر بہار آئی تو آنے تلج کے آنے کے دن
- ۵۔ پاک فخر مصطفیٰ بسیوں کا سردار
- ۶۔ جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو
- ۷۔ عشق الہی دے منہ پر دلیاں ایسہ نشانی
- ۸۔ بدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے
- ۹۔ پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اس سے ذریعہ

۱۔ اخبار بدر۔ ۲۰ اپریل ۱۹۰۵ء

۲۔ اخبار بدر۔ ۱۱ مئی ۱۹۰۵ء

۳۔ اخبار بدر۔ ۱۷ مئی ۱۹۰۶ء

۴۔ اخبار بدر۔ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء

۵۔ براہین احمدیہ چار حصے ۱۹۰۶ء

۶۔ اخبار بدر۔ ۸ مئی ۱۹۰۶ء

۷۔ اخبار بدر۔ ۲۵ اپریل ۱۹۰۶ء

۸۔ اخبار بدر۔ ۱۱ مئی ۱۹۰۶ء

۹۔ اخبار بدر۔ ۱۶ اپریل ۱۹۰۶ء

- ۱۰۔ اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
 ۱۱۔ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں ششاد
 ۱۲۔ چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار
 ۱۳۔ نادر بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی با حال نادر



- ۱۰۔ اخبارِ عالم ۳۰ اگست ۱۹۹۷ء
 ۱۱۔ ملبوعدہ سنہ ۱۹۷۷ء منقول از شیر احمد شریف احمد اور شہباز کی آئین
 ۱۲۔ تجلیاتِ الہیہ ص ۱۱۱ حقیقۃ الوحی ص ۹۷ عاشقہ ۱۳۔ براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۱۲